عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | یکم تا ۷/ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ نومبر ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۴۴

قیمت: [illegible] روپے

قادیانیت کا مکروہ چہرہ

تلاوتِ قرآن کی اہمیت و ضرورت

اسلام مغربی مفکرین کی نظر میں

اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک کیسے بنے؟

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

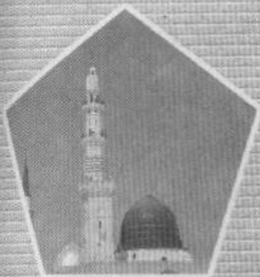

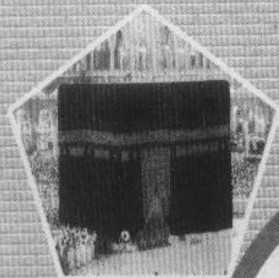

آپ کے مسائل

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

فجر اور عصر کے وقت قضا نماز کی ادائیگی:

س:...... کیا فجر اور عصر کی نمازوں کے وقت قضا نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

ج:...... جی ہاں! کی جاسکتی ہے۔

س:...... کیا جمعے کی نماز میں فرض سے پہلے چار رکعت سنتوں میں صرف کوئی ایک طویل سورت پڑھی جاسکتی ہے، یعنی چار رکعتوں میں صرف ایک ہی سورت پڑھی جائے۔

ج:...... جمعے کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں مسنون ہیں، مگر ہر سنت مؤکدہ کی طرح اس کی بھی چاروں رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سی سورت ملانا واجب ہے۔ آپ کو جو سورتیں یاد ہوں، ان میں پڑھ سکتے ہیں۔

قرآن خوانی کا اجتماع:

س:...... اگر خاندان کے لوگ باہم جمع ہوکر قران خوانی کرائیں تو کیا اس کی اجازت ہے؟

ج:...... جی ہاں! جائز ہے، مگر اس کے لئے اس کا اہتمام ضرور کرلیا جائے کہ اگر برکت کے لئے قرآن خوانی ہو تو خاندان کو متوجہ کرنا درست ہے، لیکن اگر ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن خوانی ہو، تو اس کے لئے اعلان نہ کیا جائے، جو آجائیں یا اپنی مرضی سے قرآن پڑھنا چاہیں تو زیادہ بہتر ہے، ورنہ صرف تکلفاً آنے والوں کے پڑھنے میں اخلاص نہ ہوگا، وہ خدا کے لئے کم اور دکھاوے کے لئے زیادہ ہوگا، جس سے ثواب نہ ہوگا، تو مردے کو ثواب کیونکر پہنچے گا؟ جبکہ برکت والی قرآن خوانی میں برکت مقصود ہوتی ہے اور برکت تو کسی بھی انداز سے پڑھا جائے، حاصل ہوجائے گی۔

نفسیاتی مریض کی طلاق:

س:...... ایک شخص نفسیانی مریض ہے، کبھی کبھار ذہنی پریشانی کی وجہ سے اسے دورے بھی پڑتے ہیں، جن میں وہ مغلظات بھی بکتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اس حالت میں اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق دے، یعنی تین سے زائد مرتبہ طلاق کے الفاظ استعمال کرے تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج:...... اگر ایسا شخص ایسی حال میں مجنونانہ کیفیت میں ہوتا ہے اور اس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں ہوتے تو اس وقت کی طلاق کا اعتبار نہیں، لیکن اگر وہ ہوش وحواس میں ہوتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

پرفیوم کا استعمال:

س:...... مجھے اسپرے اور پرفیوم کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ اگر اس میں الکحل نہ ملی ہو تو کیا اس کا لگانا صحیح ہے؟

ج:...... ہمارے اکابر، اساتذہ اور اہل فتویٰ اس کے استعمال کو جائز کہتے ہیں۔ اس کا استعمال جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتا' کا مصداق کون ہے؟

س:...... واضح حوالہ کے ساتھ یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے صحابیؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ: ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو فلاں ہوتے؟''

ج:...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: ''لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب۔'' (ترمذی ص۲۰۹، ج۲)

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد: ۲۵ شمارہ: ۴۴ یکم تا ۷/ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ نومبر ۲۰۰۶ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خان

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر:
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میئو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

کیا ارباب اقتدار اس پر بھی توجہ فرمائیں گے	اداریہ	۴
تلاوت قرآن کریم کی اہمیت	مولانا زین العابدین قاسمی	۶
عرش کے سائے میں	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۸
اسلام! مغربی مفکرین کی نظر میں!	ڈاکٹر محمد ارشد	۱۱
عورت کی آزادی کیلئے عورت کی غلامی	جعفر مسعود حسنی ندوی	۱۵
ہندوستانی حکومت اسلام دشمن قوتوں کی ہمنوا	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۱۷
قادیانیت کا مکروہ چہرہ!	مولانا سعید احمد جلالپوری	۲۱
اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک کیسے بنے؟	مولانا خلیق احمد مفتی	۲۶

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور
اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا اربابِ اقتدار اس پر بھی توجہ فرمائیں گے؟

مملکت خداداد پاکستان جو لاکھوں جانیں قربان کر کے معرض وجود میں آئی' اس مقدس زمین کے حصول کے لئے مسلمان خاک وخون میں تڑپائے گئے' اپنے آباؤاجداد کی آباد کردہ بستیوں کو خیر باد کہہ کر ایک نئے مسکن کو آباد کرنے کو آ گئے' مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا مگر افسوس کہ اس ملک کے اقتدار پر قابض بیرونی آقاؤں نے اس ملک کی باگ ڈور میں ایسے لوگ شامل کر دیئے جن کو کسی صورت اس ملک میں چین وسکون' اخوت و بھائی چارہ اور محنت ولگن سے مسلمانوں کی ترقی کا سفر برداشت نہیں تھا' ان کی سرگرمیوں کا مقصد ومحور ملت اسلامیہ کے عظیم مسکن پاکستان کو تار تار کرنا تھا' اس مقصد کو پروان چڑھانے میں جہاں دوسرے کردار سامنے آئے' وہاں قادیانی جماعت کا بھیانک کردار بھی روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ قادیانی قیادت اس ملک وملت کے متعلق کیا جذبات رکھتی ہے؟

قادیانی جماعت کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے لندن میں سالانہ جلسہ کے موقع پر پاکستان کے خلاف کہا کہ:

''اللہ تعالیٰ اس پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، آپ (قادیانی) بےفکر رہیں چند دنوں میں احمدی خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہو گیا۔'' (مرزا طاہر احمد خطاب سالانہ جلسہ لندن اگست ۱۹۸۵ء)

اسی طرح مرزا طاہر احمد نے ۱۹۹۰ء میں لندن کے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کو پاگل خانہ قرار دیا اور پاکستانیوں پر عذاب نازل ہونے کی خبر دیتے ہوئے کہا:

''لندن ریڈیو (رپورٹ) قادیانیوں کا تین روزہ اجتماع شروع ہو گیا ہے، اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر نے کہا کہ قادیانیوں پر ظلم وزیادتی کرنے والوں پر خدا کا قہر نازل ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ لاقانونیت کی وجہ سے آج پورا پاکستان ایک پاگل خانہ بن چکا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ظالموں پر خدا کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔'' (روزنامہ جنگ لاہور ایڈیشن مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۰ء)

ارباب حل وعقد اور اپنے آپ کو اس ملک کی تقدیر کے مالک سمجھنے والے لوگ جو یقین کی حد تک یہ سمجھتے ہیں کہ انہی کی وجہ سے پاکستان کا وجود باقی ہے یا انہی کے دانشمندانہ اقدامات کی وجہ سے اب تک پاکستان امریکی غیض وغضب سے بچا ہوا ہے کیا کبھی انہوں نے اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ قادیانی جماعت کا ایک مشن اسرائیل میں کام کر رہا ہے' قادیانی جماعت اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی منتظر ہے اور قادیانی قیادت اس ملک کو پاگل خانہ قرار دے رہی ہے' کیا ہی عجیب منطق ہے کہ ملک وملت کے لئے جان دینے والے غدار ٹھہرے اور ملک کے غدار ہی پاسبان بن گئے' بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ چوروں کو کھلی چھٹی اور چوکیداروں پر پابندیاں۔ حق تعالیٰ اس ملک وملت کی حفاظت فرمائے اور قادیانیت نوازوں سے پاکستان کو محفوظ فرمائے۔

تین طبقوں کو ایک ہی نصیحت

حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ایک مرتبہ کسی جلسہ میں دوران تقریر فرمایا:

''دیکھو! میں اپنی عمر کے آخری پیٹے میں ہوں' بوڑھا ہو گیا ہوں' شاید جدائی کا وقت قریب ہو' میں تین طبقوں سے ایک ہی

درخواست کرنا چاہتا ہوں' شاید آپ اس پر عمل کر کے میری قبر ٹھنڈی کریں۔

ا:......سرکاری حکام اور اربابِ حل وعقد کو میری وصیت ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے وفادار بن کر رہیں اور کسی عہدہ کے لالچ یا دنیا کی عارضی عزت کے بدلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے وفائی کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت کی مدد یا حوصلہ افزائی نہ کریں' ورنہ ان کا حشر وہی ہوگا جو ان سے پہلے ان حکام کا ہو چکا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا عہد وفا توڑ دیا اور دشمنانِ عقیدہ ختم نبوت کے ہاتھ مضبوط کئے' پھر چند ایسے بدنام زمانہ حکام اور افسران کے واقعات بھی سنائے۔

۲:......علماء کرام کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کی یہ درسگاہیں جو ان کے لئے آرام گاہیں بن چکی ہیں' انہیں میسر نہیں رہیں گی' جب ایسے حالت آجائیں تو ثابت قدمی سے دین پر خود بھی قائم رہیں اور اشاعتِ دین بھی کرتے رہیں' ایسے حالات میں رستوں پر بیٹھ کر اور درختوں کے سائے میں ڈیرہ ڈال کر اللہ کریم کا دین پڑھاتے اور سکھاتے رہیں' آپ کے اسلاف نے ایسا کر کے دکھایا ہے' اس کے برعکس ایسے حالات بھی آئیں گے کہ ملازمت یا عہدہ کا لالچ دے کر علماء کو خدمت دین سے باز رکھا جائے گا۔ خدارا بھوکوں مر جانا مگر اللہ کریم کے دین سے بے وفائی کر کے اس دنیا کی فنا ہونے والی عزت پر نقد دین نہ لٹوانا' دین سکھاتے رہنا بے شک کچھ بھی ہو جائے۔

كيف الوصول الى سعاد و دونها

قلل الجبال وبينهن حتوف

۳:......عام لوگوں سے میری درخواست ہے کہ ایک وقت ایسا آسکتا ہے جب عقیدہ ختم نبوت کا نام لینا جرم بن جائے گا اللہ کرے ایسا نہ ہو' لیکن اگر حالات تمہیں ایسے موڑ پر لا کھڑا کر دیں تو جان دے دینا مگر باوفا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا کی عارضی تکلیف پر بے وفائی نہ کرنا اور اپنے عقیدہ پر جمے رہنا' یہاں تک کہ موت تمہیں دنیا کی ان عارضی چیزوں سے بچا کر اللہ کریم کی دائمی نعمتوں والی جنت میں داخل کر دے کہ جس کی نعمتوں کے بارہ میں ارشاد ہے:

''مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر۔'' (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا' نہ کسی کان نے ان کے تذکرے سنے اور نہ کسی دل پر ان (کی رنگا رنگی) کا خیال گزرا۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدۂ تحفظ ختم نبوت کے ساتھ زندگی بھر وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور سارقین ختم نبوت کے خلاف دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کے تعاون سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جا چکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر' چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

مرسلہ: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

تلاوتِ قرآن کریم کی اہمیت

مولانا زین العابدین قاسمی

دنیا میں جو بھی شے وجود میں آئی ہے اس کے کچھ نہ کچھ اصول وضوابط ہوا کرتے ہیں' اگر ان اصول وضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو وہ شے اپنے اصلی روپ میں لوگوں کے سامنے آتی ہے اور لوگ اس سے وافر مقدار میں حقیقی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انسانی قلوب کا رہنما:

اسی طرح قرآن کریم ہے' جو رب کائنات کی جانب سے نازل کردہ ایک کتاب کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے' وہ حقیقت میں پوری عالم انسانیت کے لئے خیر وبرکت کا ایک بحر بیکراں ہے اور پوری انسانیت اس سے بہرور ہورہی ہے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا وہ فائدہ جو انسان کے قلوب واذہان کو منور کردے اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے' جب اس کے اصول وضوابط کا پورا پورا لحاظ اور حقوق کی رعایت کی جائے' جس کی طرف اللہ رب العزت نے خود توجہ دلائی ہے' ارشاد ربانی ہے:

"وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب
وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے
پڑھنے کا وہی اس پر یقین لاتے ہیں۔"
(البقرہ:۱۲۱)

یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب (قرآن کریم) عطا فرمائی ہے' وہ لوگ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں' وہی لوگ درحقیقت اس کتاب پر ایمان لانے والے ہیں۔

لہٰذا صرف زبانی طور پر کتاب پر ایمان لانا کافی نہیں ہوسکتا' جب تک کہ اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو' اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف متوجہ فرمایا کہ زبان سے تو ہر شخص کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ کی کتاب پر ایمان لاتا ہوں' لیکن جب تک وہ اس کی تلاوت کا حق ادا نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ ایمان میں صحیح معنی میں سچا نہیں ہے۔

حقوق قرآنی:

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم کے کچھ حقوق ہیں' جو اللہ رب العزت کی طرف سے ہمارے اوپر مقرر فرمائے گئے ہیں' وہ تین ہیں اول یہ کہ قرآن کریم کی صحیح تلاوت اس اسلوب پر کی جائے جس اسلوب پر وہ نازل ہوا اور جس طریقے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی ہے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کے حقائق ومعارف کو اپنے دل میں اتارنے کی سعی پیہم ہو۔

تیسرا حق یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنے کی نیت ہو' اگر قرآن کریم کے یہ تینوں حقوق کوئی شخص ادا کرے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے قرآن کریم کا حق ادا کردیا' لیکن اگر ان تینوں میں سے کسی ایک بھی حق سے غافل رہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا نہیں کیا۔

قرآن کریم کے ساتھ ہماری ستم ظریفی:

آج ہمارا معاشرہ عجیب طرز فکر اختیار ہوئے ہے اور وہ یہ کہ امت مسلمہ کی ہر محفل ومجلس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت ہے' لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ جس وقت کلام پاک پڑھا جارہا ہوتا ہے' اس وقت تک تو اس کے احترام اور تعظیم کا خیال ذہن میں رہتا ہے' لیکن جونہی قرآن پاک کی تلاوت ختم ہوتی ہے اور عملی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے تو اس مرحلے پر پہنچ کر ہمیں قرآن کریم کی تعلیمات اور احکامات یاد نہیں رہتے۔

یہ ذہنی فساد اور خرابی کہاں سے در آئی؟ اس کی اصل بنیاد قرآن کریم کے حقوق وآداب کی عدم رعایت اور لاپرواہی ہے۔ (اللّٰھم احفظنا منہ)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کوئی ایسی بے وقعت چیز نہیں ہے کہ جس طرح چاہا تلاوت کرلی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو باقاعدہ تلاوت کرنے کا طریقہ سکھایا اور اس کی تعلیم دی کہ کس لفظ کو کس طرح ادا کرنا ہے' کس طرح زبان سے نکالنا ہے' اس کے لئے کچھ علوم وضع کئے گئے جن کی نظیر دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی' اس لئے ان علوم کی رعایت کرتے ہوئے صحیح طریقے پر قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی

فکر کرنی چاہئے۔

آج کل لوگوں میں یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ قرآن کریم کو طوطا مینا کی طرح رٹنے رٹانے سے کیا فائدہ جب تک کہ انسان اس کے معنی ومطلب نہ سمجھے اور جب تک اس کے مفہوم کا اس کو ادراک نہ ہو اس طریقے پر بچوں کو قرآن کریم رٹانے سے کیا حاصل ہے۔ (العیاذ باللہ)

دو چیزیں الگ الگ ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن مقاصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا' ان میں سے ایک اہم ترین مقصد تلاوت کتاب بھی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

''یتلوا علیھم ایٰتہ'' (سورۂ جمعہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف لائے تاکہ کتاب اللہ کی آیات لوگوں کے سامنے تلاوت کریں اور لوگوں کو تلاوت کرنے کی ترغیب دیں۔ معلوم ہوا کہ تلاوت کرنا ایک مستقل مقصد ہے اور ایک مستقل نیکی اور اجر کا کام ہے چاہے سمجھ کر تلاوت کرے یا بے سمجھے' تلاوت کرنے پر ہر حال میں اجر و ثواب ہے اور یہ تلاوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔

یاد رکھئے! جب تک کسی کو قرآن کریم سمجھے بغیر پڑھنا نہ آیا تو وہ شخص دوسری منزل پہ قدم کیسے رکھے گا۔ قرآن کریم سمجھے بغیر پڑھنا پہلی منزل ہے اور اس منزل کو پار کرنے کے بعد دوسری منزل (سمجھ کر پڑھنے) کا نمبر آتا ہے' خدانخواستہ کوئی شخص پہلی منزل پار نہ کرسکا تو دوسری منزل کیسے پار کرے گا' اور بغیر سمجھے پڑھنے پر بھی انسان اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص قران کریم کی تلاوت کرتا ہے تو ہر حرف کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الٓمٓ'' ایک حرف ہے بلکہ ''الف'' ایک حرف ہے' ''لام'' ایک حرف ہے اور ''میم'' ایک حرف ہے۔ (ترمذی)

لہٰذا جس شخص نے ''الٓمٓ'' پڑھا تو اس کے نامۂ اعمال میں تیس نیکیاں لکھی جائیں گی' کیونکہ خود ''الف'' تین حرفوں پر مشتمل ہے اور ''لام'' بھی تین حرفوں پر مشتمل ہے اور ''میم'' بھی تین حرفوں پر مشتمل ہے' اس طرح یہ نو حروف ہوئے اور ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے تو نوے نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں' ذرا سوچئے تو سہی کہ کیسی فضیلت تلاوت قرآن کریم پر اللہ رب العزت نے رکھی ہے۔

آج ہمارے دلوں میں نیکیوں کی فضیلت اور اس کی اہمیت کی قدر نہیں ہے' لیکن یاد رکھئے جب آخرت کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور عالم برزخ کے دلدوز مناظر ہم دیکھ رہے ہوں گے اس وقت وہاں صرف یہ سوال ہوگا کہ کتنی نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں لے کر آئے ہو؟ اس وقت ان نیکیوں کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔

الغرض قرآن کریم کی تلاوت مستقل فضیلت کا باعث اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے' یہی وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا معمول رہا ہے کہ صبح سویرے جب تک قرآن کریم کی تھوڑی سی تلاوت نہ کر لیتے اس وقت تک دنیا کے دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہوتے صبح کے وقت اگر مسلمانوں کے محلے سے گزر ہوجائے تو گھر گھر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں آیا کرتی تھیں اور تلاوت کی آواز کا آنا یہ مسلمانوں کے محلے کی نشانی ہوا کرتی تھی۔

قرآن کریم سے بیزاری کا نتیجہ:

تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جب تک مسلمان قرآن مجید پر عمل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ایران و روم جیسی سلطنتیں ان کے قدموں میں ڈال دیں اور جب انہوں نے قرآن مقدس کی تعلیمات کو نظر انداز کیا تو اللہ رب العزت نے بھی ان کو نظر انداز کردیا جس کی تائید ایک مشہور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم آگاہ ہوجاؤ کہ بیشک تمہارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کسی قوم کو عزت اور شرف کا بلند مقام عطا فرماتا ہے اور اس کتاب کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کو ذلت و رسوائی سے نیچے گرا دیتا ہے۔'' (مشکوٰۃ)

قرآن کریم کی قدر کرنے والوں کا مقام:

مذکورہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کو اس کی اصول وضوابط کے ساتھ تلاوت کرنے والوں کو اس کے جملہ حقوق کی رعایت کرنے والوں کو ہدایت کی دولت سے نوازتا ہے اگرچہ وہ حسب ونسب اور مال و زر کے اعتبار سے دنیا والوں کی نظر میں بلند مقام نہ رکھتے ہوں' مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کا مرتبہ بلند و بالا ہوتا ہے اور ایسے بوریا نشینوں کا امیر و کبیر ادنیٰ و اعلیٰ سب ہی لوگ احترام کرتے ہیں تو دنیا میں انہیں یہ شرف و عزت کا مقام حاصل ہوا اور آخرت میں بھی وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

باقی صفحہ ۱۹ پر

عرش کے سائے میں

مولانا کلیم اللہ قاسمی

وہ نوجوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گزرے:

وشاب نشاء في عبادة ربه: میدان محشر کی سخت دھوپ اور گرمی میں جن سات قسم کے لوگوں کو عرش کے سائے میں جگہ دی جائے گی' اس میں سے دوسرا وہ نوجوان ہے جس نے عنفوان شباب سے ہی عبادات اور احکامات خداوندی کی پیروی میں زندگی گزاری ہو۔

جوانی کی عبادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور ایسے جوان کی اللہ رب العزت کے یہاں بڑی قدر و قیمت ہے' اس لئے کہ اس کے دل میں بہت سی امنگیں اور خواہشات ہوتی ہیں' نیک دل نوجوان ان میں سے غلط تقاضوں پر قابو حاصل کر کے عبادت الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔

اسی طرح جوان آدمی کی ہمت بھی جوان ہوتی ہے' وہ اپنی قوت و ہمت کے زور سے نفس کے ناجائز تقاضوں اور خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے' جس کی وجہ سے نفس مجلّی و مذکی رہتا ہے جو کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنتا ہے' ایسے نوجوان کو اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنی رحمت سے عرش عظیم کے سائے میں جگہ مرحمت فرمائیں گے۔

جن پاک نفوس نے اپنے دور شباب (جوانی) کو عبادت الٰہی میں گزارا اور عرش عظیم کے سائے کے مستحق بنے' ان میں سے چند حضرات کا تذکرہ برائے افادہ پیش ہے۔

نبی رحمت ﷺ کا دورِ شباب اور عبادت الٰہی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عہد طفولیت سے ہی بت پرستی اور مشرکانہ اعمال سے محفوظ رہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے کے بعد آپ کی زندگی میں مزید انقلاب آیا' آپ کو خلوت گزینی کی رغبت ہوئی اور غار حراء میں شب و روز رہنے لگے' اور فطرت سلیمہ جس طرح کی رہنمائی کرتی' خدائے واحد کی عبادت کرتے مگر ایک خلش سینہ میں ایسی تھی جو اس حالت میں بھی بے چین ہی رکھتی تھی کہ میری قوم اور دنیائے انسانی کس طرح خدائے واحد کو چھوڑ کر صنم پرستی اور مظاہر پرستی میں مبتلا ہے اور اخلاق کی دنیا کس قدر الٹ گئی ہے آخر وہ کون سا نسخہ کیمیا ہے جو اس حالت میں انقلاب پیدا کر دے اور سچی خدا پرستی اور نیک عملی کا اور دور دورہ ہو جائے۔

یہی جذبات و تاثرات تھے جو قلب مضطرب میں موجزن تھے اور خلوت کدۂ حراء میں انہی کیفیات کے ساتھ ذات اقدس مصروف یاد الٰہی رہتی اور جب کئی کئی دن اس طرح گزر جاتے تو کبھی حضرت خدیجہؓ حاضر ہو کر آذوقۂ حیات دے جاتیں اور کبھی خود بنفس نفیس جا کر چند روز کا سامان خورد نوش لے آتے اور حراء میں پھر مشغول عبادت ہو جاتے' چنانچہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی حراء اس کیف آگیں منظر کا شاہد ہے۔ جس کا لطف اس نے برسوں اٹھایا' مشہور محدث و مورخ حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ نے اس واقعہ کو ان مختصر الفاظ میں بڑے حسن و خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے:

> ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دورِ شباب میں) خلوت پسند ہو گئے تھے اور قوم سے الگ تنہائی میں وقت گزارتے تھے کیونکہ وہ قوم کی اس کھلی گمراہی کو دیکھ کر کہ وہ بت پرستی میں مبتلا اور بتوں کے سامنے سجدہ گزار ہے کڑھتے تھے اور جوں جوں آپ پر وحی الٰہی کے نزول کا زمانہ قریب ہو جاتا تھا (مشیت الٰہی سے) اسی قدر آپ کی خلوت پسندی میں اضافہ ہوتا جاتا صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ اس ذات اقدس پر خدا کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔'' (البدایہ والنہایہ ۳/۵)

بہرحال یہی وہ خلوت کدۂ عبادت تھا' جہاں ذات اقدس پر سب سے پہلے وحی الٰہی کا نزول ہوا اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کی نشوونما ہو رہی تھی اور آپؐ عبادت خداوندی میں منہمک رہ کر زندگی بسر کر رہے تھے اور پوری زندگی رب کریم کی ایسی عبادت کی کہ دیکھنے والے آپؐ کے طرز عبادت کو دیکھ کر رشک کرتے رہے' دعا ہے اللہ تعالیٰ یہی ذوق عبادت ہم سب کو بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ کی عبادت اور مشرکانہ اعمال سے حفاظت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء عمر سے ہی اللہ کی عبادت اور ریاضت میں منہمک رہے اور پوری زندگی اللہ کی عبادت اور اخلاق رذیلہ سے حفاظت کے ساتھ گزاری۔ مشہور سیرت نگار ابن ہشام فرماتے ہیں:

”پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں جوان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت اور نگرانی فرماتے تھے اور جاہلیت کی تمام گندگیوں سے آپ کو پاک اور محفوظ رکھتے تھے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو چکا تھا کہ آپ کو نبوت و رسالت اور ہر قسم کی عزت و کرامت سے سرفراز فرمائے' یہاں تک کہ آپؐ مرد کامل ہو گئے مروت' حسن خلق' حسب و نسب' حلم بردباری' راست بازی اور صداقت و امانت میں سب سے بڑھ گئے اور اخلاق رذیلہ سے انتہائی درجہ دور ہو گئے' یہاں تک کہ آپؐ امین کے نام سے مشہور ہو گئے۔“ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ نے کبھی کسی بت کی پوجا کی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں' پھر پوچھا گیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں' اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا' اگرچہ مجھ کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا۔ (سیرۃ مصطفیٰ ۱/۱۱۸)

زید بن حارث فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو اساف اور نائلہ (دو بتوں کے نام تھے) کو چھوتے تھے۔ ایک بار میں نے آپ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا' جب ان بتوں کے پاس سے گزرا تو ان کو چھوا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو منع کیا' میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی ان کو چھونے سے کیا ہوتا ہے؟ اس لئے دوبارہ ان کو چھوا آپ نے پھر ذرا سختی سے منع فرمایا' کیا تم کو منع نہیں کیا تھا؟ زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اس کے بعد کبھی کسی بت کو ہاتھ نہیں لگایا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور آپ پر اپنا کلام اتارا۔ (سیرۃ مصطفیٰ ۱/۱۱۸)

نوجوان غلام اور ملازم کی عبادت:

امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب میں ایک جوان غلام اور ملازم کی عبادت کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے کہ ایک شخص نے ایک نوجوان غلام خریدا تو غلام نے یہ شرطیں لگائیں:

۱:...... جب فرض نماز کا وقت ہو جائے گا تو آپ مجھے فرض نماز پڑھنے سے منع نہیں کر سکتے۔

۲:...... میں آپ کا کام صرف دن' دن میں کر سکتا ہوں' رات میں کام سے آزاد ہوں گا۔

۳:...... میرے لئے ایک الگ کمرہ ہوگا' جس میں میرے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہو سکتا۔

مالک نے تینوں شرطیں منظور کر لیں اور گھر لے جا کر غلام سے کہا کہ گھر میں تم خود دیکھ لو کون سا کمرہ تم کو پسند ہے تو اس غلام نے گھر کے تمام کمروں میں سے ایک نہایت خراب ویران سا مرمت کے لائق کمرہ پسند کیا۔ مالک نے کہا ایسا خراب کمرہ کیا کرو گے' تو غلام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں خراب اور ویران کمرہ بستان اور باغیچہ ہے' اب وہ غلام دن میں مالک کی خدمت کرتا تھا اور رات میں اس کمرہ میں تنہائی میں اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ ایک رات مالک نے سوچا کہ دیکھتا ہوں کہ یہ اس کمرہ میں تنہائی میں کیا کرتا ہے' تو دیکھا وہ نوجوان سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر آسمان و زمین کے درمیان نور کی قندیل لٹک رہی ہے' اور وہ یہ کہہ رہا تھا:

”اے بار الٰہ! اگر مالک کی خدمت لازم نہ ہوتی تو میں رات و دن تیری ہی عبادت میں لگا رہتا۔“

پھر مالک نے اپنی بیوی کو یہ منظر دکھایا مالک اور اس کی بیوی یہ منظر دیکھ کر خوب روئے اور کہا کہ اللہ کے واسطے ہم نے تم کو آزاد کر دیا' تا کہ تم سارا وقت حقیقی آقا کی عبادت میں گزار سکو' اس کے بعد فوراً نوجوان نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

”اے اللہ! یہ میرے اور آپ کے درمیان ایک راز تھا' اب راز فاش ہو جانے کے بعد اس دنیا میں زندہ رہنا نہیں چاہتا۔“

اے راز داں بیشک اب راز دوسروں پر ظاہر ہو چکا ہے

اور میں راز ظاہر ہوجانے کے بعد زندہ رہنا نہیں چاہتا پھر نوجوان نے کہا:

''اے بار الٰہ! اب تو مجھ کو موت دیدے' چنانچہ اسی وقت اس کی روح پرواز کرگئی' انا للہ وانا الیہ راجعون۔'' (مکاشفۃ القلوب امام غزالی :۳۹' بحوالہ نور ہدایت ۲۳۶/۲۳۵)

وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو:

ورجل قلبہ معلق بالمساجد: تیسرا شخص جسے عرش عظیم کا سایہ نصیب ہوگا' وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو اور اسے ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی ہو کہ کہیں نماز قضا نہ ہوجائے اور جماعت چھوٹ نہ جائے' غرضیکہ ایسا نمازوں کا عاشق ومحافظ کہ کوئی نماز قضا نہیں ہونے دیتا' ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام اور دوسری نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے' تو ایسے بندے کو بھی اللہ تعالیٰ میدان محشر کی سخت دھوپ اور تیز گرمی و پریشانی میں عرش کا سایہ عطا فرمائے گا تاکہ نمازوں کے اس محافظ اور اللہ کے گھر سے تعلق رکھنے والے کو کسی قسم کی تکلیف ومشقت برداشت نہ کرنا پڑے' قبل اس کے کہ بعض ایسے حضرات کی زندگی کے نقوش پیش کئے جائیں جنہوں نے نمازوں کی حفاظت کی اور ہر نماز کو وقت پر ادا کرکے عرش کے سائے کے مستحق بن گئے' مسجد سے تعلق اور دل لگانے کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد سے تعلق اور دل لگانے کے فوائد:

مسجد اسلام کی عمارت کے ان اہم ترین ستونوں میں سے ہے' جس پر اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا دارومدار ہے' اس لئے ایک مومن کو مسجد سے تعلق اور لگاؤ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مسجد سے تعلق رب کریم سے مضبوط رشتہ کی علامت ہے' مسجد آنے جانے اور اس کی طرف ہر وقت رجوع کرنے میں بے شمار فوائد ہیں۔ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا میں تم لوگوں کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتلایئے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ تکلیف کے وقت وضو کا اچھی طریقہ سے کرنا اور مسجدوں کی جانب کثرت سے چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ گناہوں سے محفوظ رہنے کے قلعے ہیں۔'' (مسلم:۱/۲۷۱' ترمذی:۱/۱۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم پر ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔'' (مسلم شریف:۱/۲۳۵)

مسجد آنے جانے والوں کو قیامت کے دن کامل ومکمل نور کی بشارت دی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے:

''تاریکیوں میں مسجد جانے والوں کو قیامت کے دن کامل ومکمل نور کی بشارت دے دیجئے۔''

(ابوداؤد:۱/۸۳' ترمذی شریف:۱/۵۳)

مسجد سے تعلق رکھنے اور لگاؤ رکھنے والوں کو دنیا میں بھی رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ کی روشنی نصیب ہوئی۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے دو آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سخت تاریک رات میں نکل پڑے ان میں سے ایک عباد بن بشرؓ اور دوسرے اسید بن حضیرؓ تھے تو ان دونوں کے ساتھ دو نور کی روشنی چراغ اور ٹارچ کی چمک کی طرح چمکتی ہوئی دونوں کے آگے آگے چلنے لگی اور جب دونوں نے الگ الگ راستہ اختیار کرلیا تو دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک روشنی چلتی رہی' یہاں تک کہ دونوں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔'' (بخاری شریف)

مسجدوں سے تعلق رکھنے والوں اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کے لئے مذکورہ احادیث مبارکہ میں بہت سے فوائد بیان کئے گئے ہیں' اس لئے ہر مسلمان کو اللہ کے گھروں کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے' تاکہ اللہ رب العزت سے اس کا رشتہ مضبوط ہو اور آخرت کے سخت اور پریشان کن لمحات میں سکون وچین نصیب ہو۔

☆☆..........☆☆

قادیانیوں اور لادین فتنوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے اور ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں اشتہارات دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے وہاں آپ اس کار خیر میں حصہ لے کر انشاء اللہ العزیز دنیا وآخرت میں رفع درجات کا سبب ہوگا۔

اسلام! مغربی مفکرین کی نظر میں!

ڈاکٹر محمد ارشد

کچھ دنوں پہلے امریکی اخبار ’’یو ایس اے ٹوڈے‘‘ نے بیسویں صدی کے اہم واقعات کے حوالے سے ایک عمومی سروے کروایا تھا۔ اس سروے کے مطابق بیسویں صدی کا سب سے اہم واقعہ جنگ عظیم دوم تھی‘ اس کے حق میں ۷۱ فیصد لوگوں نے نے رائے دی۔ (ایشین ایج ۱۹/نومبر ۱۹۹۹ء دہلی ایڈیشن) بلاشبہ جنگ عظیم دوم بیسویں صدی کا ایک بہت بڑا واقعہ تھا اور اس امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ اسے بیسویں صدی کا سب سے اہم واقعہ قرار دیا جائے۔

اگر علم ودانش سے وابستہ حلقوں میں بھی ایک سروے کرایا جائے خاص طور پر ان لوگوں میں جنھوں نے بیسویں صدی عیسوی کا فکری ونظریاتی مطالعہ کیا ہے یا سماجی علوم سے وابستہ رہے ہیں تو شاید ان کی نظر میں بیسویں صدی کا اہم ترین واقعہ کیمونزم کا عروج وزوال قرار پائے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں کارل مارکس اور اینجلز کی فراہم کردہ نظریاتی بنیادوں پر کیمونزم کا نظریاتی عروج‘ کیمونسٹ ریاستوں کا قیام اور کیمونزم کا سیلاب کی طرح بڑھتا ہوا پھیلاؤ اور پھر اسی صدی کی آخری دہائی تک پہنچتے پہنچتے کیمونزم کا نہ صرف نظریاتی بلکہ جغرافیائی زوال بھی اور کیمونسٹ ریاستوں کی مسلسل شکست وریخت اتنا بڑا واقعہ ہے کہ علمی دنیا میں اسے آسانی کے ساتھ ہرگز نظر انداز نہ کیا جاسکے گا۔

اسلام‘ مسلم دنیا اور مسلمانوں کے حوالے سے اگر بیسویں صدی عیسوی کا جائزہ لیا جائے اور ان سے وابستہ اہم واقعات پر نظر ڈالی جائے تو شاید صدی کے آغاز میں مسلمانوں کے انتہائی زوال سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ تیسری دہائی میں عثمانی خلافت کے سقوط سے شروع ہوکر صدی کے وسط میں فلسطین کے قلب میں اسرائیلی ریاست کا قیام‘ مسلم ممالک کی برطانوی اور دیگر مغربی استعمارات سے آزادی‘ مسجد اقصیٰ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلنا‘ عربوں اور اسرائیل کے درمیان ہونے والی تین بڑی جنگیں‘ آزادیٔ فلسطین کے لئے جاری پچاس سالہ جدوجہد اور پھر آخری دہائی کے آغاز میں جنگ خلیج اور آخر میں بوسنیا‘ کوسوو اور چیچنیا میں پیش آنے والے خونیں واقعات تک دراز ہوجائے گا‘ اور ان میں اہم ترین واقعہ کی تعیین میں دشواری بھی پیش آئے گی۔ البتہ اگر نظری طور پر مسلم دنیا کا جائزہ لیا جائے تو صدی کے اوائل میں خلافت عثمانیہ کا سقوط (مارچ ۱۹۲۴ء عبیداللہ فہد‘ جدید ترکی میں اسلامی بے داری‘ ہلال پبلی کیشنز دہلی ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۷) اور پھر اسی کے راکھ تلے دبی چنگاریوں سے احیاء اسلام کی کوششوں کا آغاز سب سے اہم واقعہ قرار پائے گا کیونکہ ان کوششوں کے نتیجے میں بیسویں صدی کے آخر تک پہنچتے پہنچتے دنیا نے بڑی حد تک اسلام کو بحیثیت نظام تسلیم کرلیا ہے۔

۱۹۱۷ء میں روس میں کیمونسٹ انقلاب کے ذریعہ کیمونزم کی سب سے بڑی نظریاتی وجغرافیائی ریاست سوویت یونین کا قیام اور پھر ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کا انتشار وخاتمہ اور کیمونزم کی سیاسی وسماجی محاذوں پر شکست کا دورانیہ صرف کیمونزم کے حوالے ہی سے اہمیت کا حامل نہیں ہے بلکہ اس وقفے کو اس لئے بھی اہمیت حاصل ہے کہ اسی دوران دنیا کے بیشتر ممالک نے یورپی استعمار سے نجات حاصل کرکے آزادی کی سانس لی۔ البتہ ممالک کی ایک بڑی تعداد کیمونزم کے آہنی شکنجے میں بیسویں صدی کی آخری دہائی تک جکڑی رہی۔ لیکن عملاً دنیا کے بیشتر ممالک بالواسطہ یا بلاواسطہ ان دو بلاکوں میں تقسیم رہے‘ جو اس وقت کی دو عالمی طاقتوں امریکا اور سوویت یونین کے ناموں کے ساتھ وابستہ تھے۔ اس دوران ناوابستہ ممالک کی تحریک (امین الحسینی: فلسطینی مذہبی رہنما جنھوں نے اسرائیل کے قیام کی بھرپور مزاحمت کی‘ رابطہ عالم اسلامی کے قیام میں کلیدی رول ادا کیا) تو ضرور وجود میں آئی‘ تیسری دنیا کے ممالک میں اسے مقبولیت بھی حاصل ہوئی اور کثیر تعداد میں ممالک نے اس کی رکنیت بھی حاصل کی‘ لیکن اس کے رکن ممالک کی کسی بلاک سے عدم وابستگی پر ہمیشہ سوالیہ نشان لگا رہا۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں سرمایہ دار اور اشتراکی بلاکوں میں تقسیم دومحوری دنیا سوویت یونین کے انہدام کے ساتھ ہی یک محوری ہوگئی‘ طاقت کا توازن بگڑ گیا اور اب امریکا کی قیادت میں مغربی ممالک کا واحد طاقت ور فورم باقی رہ گیا ہے۔ حالانکہ بیسویں صدی عیسوی کے وسط تک دنیا کمیونزم کے زوال کے بارے میں اسی طرح کچھ سننے کو تیار نہیں تھی جیسے کہ آج اگر کوئی کہے کہ پچاس سال بعد امریکا بکھر جائے گا یا اس کی عالمی طاقت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں جب جارج کینن کا مضمون "X" شائع ہوکر منظر عام پر آیا‘ مذکورہ مضمون میں کمیونزم کے زوال پر بحث کی گئی تھی‘ تو اس پر کافی لے دے مچی‘ کمیونزم کے شیدائی کسی طور پر یہ ماننے کو تیار نہیں تھے کہ ان کا محبوب نظریہ جسے تیزی کے ساتھ فروغ حاصل ہورہا ہے‘ بہت جلد اپنے انجام کو بھی پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا علمی حلقوں میں اس مضمون پر ایک طویل بحث چلی‘ لیکن شاید سچی بات یہی تھی کہ بیسویں صدی کے وسط میں کمیونزم کا نظریاتی وسماجی زوال شروع ہوچکا تھا اور ۱۹۷۰ء کی دہائی تک پہنچتے پہنچتے تو اس کی آہنی دیواروں میں پڑنے والی دراڑیں بھی واضح طور پر محسوس کی جانے لگی تھیں۔

مغرب کا سرمایہ دارانہ بلاک‘ جس کی قیادت امریکا کے ہاتھ میں رہی ہے‘ اس نے یورپ میں دیوار برلن کھڑی کرکے یورپ کو تو کسی حد تک کمیونزم کے بڑھتے ہوئے اثرات سے محفوظ کرلیا تھا‘ لیکن دنیا میں بہت سارے علاقے ایسے تھے‘ جہاں کمیونزم کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا اس کے لئے آسان نہیں تھا‘ گویا وہاں کمیونزم کی براہ راست زد مغربی مفادات پر پڑتی تھی‘ مسلم دنیا خاص طور پر مشرق وسطیٰ میں بھی کمیونزم مختلف راستوں اور واسطوں سے داخل ہورہا تھا‘ اس کو روکنے کے لئے امریکا نے پہلے تو مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی (ناوابستہ ممالک کی تحریک کے روح رواں ہندوستان‘ مصر اور کیوبا جیسے ممالک تھے‘ تحریک کے قیام میں مسز گاندھی‘ جمال عبدالناصر اور جنرل ٹیٹو نے قائدانہ رول ادا کیا) کو استعمال کیا اور بعد ازاں سعودی حکمران شاہ فیصل کو استعمال کرکے رابطہ عالم اسلامی (رابطہ عالم اسلامی: ۱۸/مئی ۱۹۶۲ء کو مکہ میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ صدر دفاتر مکہ ہی میں ہیں‘ خاص ہدف عرب دنیا میں ناصرازم (بعث ازم) کے فروغ کو روکنا تھا۔ مجلہ رابطہ عالم الاسلامی اور مسلم ورلڈ لیگ اس کے ترجمان ہیں) کے قیام کو یقینی بنایا گیا۔ مصری صدر جمال عبدالناصر اور کئی دیگر سوشلسٹ رہنماؤں کے ذریعہ مشرق وسطیٰ میں عرب سوشلزم کے راستے کمیونزم کے جو اثرات سرایت کررہے تھے‘ ان کے توڑ کے لئے رابطہ عالم اسلامی کو مسلم دنیا کے نمائندہ پلیٹ فارم کے طور پر کھڑا کیا گیا‘ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اشتراکیت کے خلاف پورے زور و شور کے ساتھ تحریک چلائی گئی اور اشتراکی نظریات پر مسلم دنیا میں تیز وتند تنقیدیں سامنے آئیں جب کہ رابطہ کا یہی پلیٹ فارم مغرب کے سرمایہ دارانہ نظریات کے خلاف بڑی حد تک خاموش رہا۔

رابطہ عالم اسلامی کے قیام اور بعد میں اس کی علمی وعملی سرگرمیوں کا مطالعہ کرنے والا ایک عام طالب علم بھی اس خلا کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے اور اسے واضح طور پر نظر آتا ہے کہ مسلم دنیا کے وہی قلم جو کمیونزم کے نظریات اور اشتراکی اداروں کے خلاف لکھتے وقت تیغ براں بن جایا کرتے تھے‘ مغربی سرمایہ دارانہ نظریات کے خلاف بالعموم تو اٹھے ہی نہیں اور اگر کبھی اٹھے تو ان کی سیاہی خشک ہوتی نظر آئی اور تنقید کا لہجہ نسبتاً بہت دھیما رہا۔ رابطہ عالم اسلامی کے مؤیدین (اس کے) اس رویے کو ترجیہات کا مسئلہ قرار دے کر اور یہ کہہ کر کہ اس وقت اشتراکیت کے سیلاب کو روکنا زیادہ اہمیت کا حامل کام تھا‘ اپنے ہم نواؤں کے بعض اشکالات کو تو دور کرسکتے ہیں لیکن ایک غیر جانبدار طالب علم کو مطمئن کرنے کے لئے یہ جواب کفایت نہیں کرے گا‘ کیونکہ وہ صاف صاف دیکھ رہا ہوتا ہے کہ اشتراکیت کی نظریاتی شکست کے ساتھ ہی رابطہ عالم اسلامی کی سرگرمیاں ماند پڑنے لگیں اور سوویت یونین کے زوال کے بعد تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا رابطے کا رول ہی ختم ہوگیا۔ رابطہ عالم اسلامی کی سرگرمیوں کا سلسلہ اگر کسی سطح پر باقی بھی ہے تو اسے بعض دوسری سمتوں میں موڑ دیا گیا ہے۔ بہر حال یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر مذکورہ پہلو سے غور وفکر کی ضرورت ہے اور اس پر مسلم علماء و دانشوروں کے درمیان مباحثہ شروع کیا جانا چاہئے بعید نہیں کہ اس کے نتیجے میں بعض ایسے پہلو بھی سامنے آئیں جو آنے والوں کے لئے عبرت کا سامان فراہم کردیں۔

بیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی کے آغاز میں جب کہ سوویت یونین کا انہدام عمل میں آیا‘ اس سے تقریباً دو برس پہلے ہی جب مغربی اور مشرقی جرمنی کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والی دیوار برلن ۹/نومبر ۱۹۸۹ء کو منہدم کردی گئی‘ اسی وقت یہ حقیقت بڑی حد تک تسلیم کی جاچکی تھی کہ اشتراکیت کم از کم عملی میدان میں مغربی سرمایہ داری سے شکست کھاچکی ہے اور اب اس کا زوال یقینی ہے اس

وقت کے سوویت صدر میخائیل گورباچوف سوویت یونین کے زوال کو تو نہ روک سکے' البتہ شکست و ریخت کے اس مرحلے میں وہاں بڑے پیمانے پر خون خرابے کو روکنے میں ضرور کامیاب رہے ۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کا وجود ختم ہوکر قصہ پارینہ بن گیا۔ سوویت یونین کے خاتمے کے ساتھ ہی عالمی نظام میں اس کے رول کا بھی خاتمہ ہوگیا' حالانکہ روس نے اس کا جانشین بننا چاہا اور بعض معاملات میں وہ کامیاب بھی رہا' مثلاً سلامتی کونسل میں حق استرداد کے استعمال کا حق وغیرہ لیکن سوویت یونین کی حقیقی جانشینی اسے نہ مل سکی' اور اس کے روایتی حریف' مغرب نے جس کی قیادت امریکا کے ہاتھ میں تھی اور ہے' بالآخر فتح پائی' دنیا میں طاقت جو دو محوروں کے گرد مرکوز تھی اب یک محوری ہوگئی۔ سوویت یونین کے انہدام کے بعد سے بین الاقوامی معاملات میں امریکا کی مداخلت' عالمی سیاست میں امریکی رویہ اور یک قطبی عالمی نظام کے قیام کے لئے کی جانے والی امریکی کوششیں اس سلسلے میں وافر ثبوت بہم پہنچاتی ہیں کہ دنیا میں اب واحد سپر پاور صرف اور صرف امریکا ہے۔ امریکا کو اپنی اس حیثیت کا بخوبی احساس بھی ہے اور اپنی موجودہ پوزیشن کو وہ آئندہ بھی برقرار رکھنے کا خواہاں ہے۔ حال کے عالمی سیاسی حالات وظروف کا تجزیہ اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ امریکا واحد سپر پاور کی اپنی موجودہ پوزیشن برقرار رکھنے کے لئے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے اور اس کے لئے اس نے تیاری بھی کررکھی ہے۔ موجودہ عالمی سیاست میں امریکی رویئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے لیکن دنیا کے کسی بھی ملک یا ممالک کا کوئی بھی ایسا اقدام جس سے اس کی بالادستی پر حرف آتا ہو' ہرگز برداشت نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امریکی سیاستداں ہی نہیں امریکی دانشوروں اور مفکرین کی اکثریت بھی ہر وہ دروازہ بند کرنے کے لئے کوشاں ہے' جہاں سے اس کے لئے ممکنہ خطرات پیدا ہوسکتے ہیں' خواہ چین کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت ہو یا بھارت اور پاکستان کے جوہری تجربات پر اس کا ردعمل۔ مشہور امریکی مستقبل شناس فوکو یاما کی تصنیف "The End of History" نے اس ضمن میں خاصی شہرت حاصل کی' جس میں سوویت یونین کے زوال کے بعد کی دنیا میں صرف امریکا کی بالادستی قائم رہنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

بلاشبہ امریکا موجودہ دنیا میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا سب سے بڑا چمپئن تسلیم کیا جاتا ہے' لیکن وہی امریکا جب یہ محسوس کرتا ہے کہ بعض ملکوں میں جمہوریت کے راستے امریکی مفادات پر ضرب پڑسکتی ہے یا اسے کسی قسم کا دوسرا نقصان اٹھانا پڑسکتا ہے تو وہ اپنی ساری جمہوریت نوازی کو ایک طرف ڈال دیتا ہے اور بادشاہتوں اور فوجی آمریتوں کو نہ صرف قبول کرلیتا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا پشتیبان بن کر سامنے آتا ہے جو جمہوری روایات اور اقدار کا برسرعام خون کرتی ہیں۔ ممکنہ احتیاطی تدابیر کے باوجود امریکا کو متوقع خطرات کا خوف ہمہ آن پریشان کئے رکھتا ہے اور اسے ان کی تلاش رہتی ہے۔ اس امریکی کوشش کے نتیجے میں ابھی تک سب سے زیادہ جس پوٹینشیل خطرے کو تلاش کرنے میں امریکی نظریہ ساز کامیاب ہوئے ہیں وہ ہے اسلام اور مسلم دنیا' خاص طور پر وہ مسلم ممالک جہاں احیائی اسلامی تحریکات جاری ہیں اور عوامی سطح پر اپنے اثرات بڑھانے میں کامیاب ہیں' گویہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ مسلم دنیا میں کہیں بھی اور کسی بھی سطح پر یہ صلاحیت نہیں پائی جاتی کہ وہ امریکا یا مغرب کا مقابلہ کرسکے' اس کے امکانات بھی دور دور تک بظاہر نظر نہیں آتے تاہم امریکی اور مغربی نظریہ سازوں' دانشوروں اور سیاست دانوں کی ایک معتد بہ تعداد بڑے ہی زور و شور کے ساتھ اس مفروضے کے پروپیگنڈے میں مصروف ہے کہ بدلے ہوئے عالمی سیاسی ماحول میں امریکی بالادستی کو اگر کسی جانب سے خطرہ درپیش ہے یا ہوسکتا ہے تو وہ موجودہ مسلم دنیا ہے' ان لوگوں کے خیال میں موجودہ مسلم دنیا کے پاس صرف افرادی قوت ہی نہیں وسائل اور مختلف طرح کی صلاحیتیں بھی اس وافر مقدار میں موجود ہیں کہ ان کی معمولی سی ترتیب وتشکیل کسی بھی وقت مسلم دنیا کو امریکا کے مدمقابل کھڑا کرسکتی ہے' اور اس سلسلے میں اسلام (نظریہ) قوت محرکہ کا کام کرے گا۔ مغربی مفکرین اور دانشور اپنے اس خیال کی تائید میں عصر حاضر کی احیائی اسلامی تحریکات کو پیش کرتے ہیں کہ انہیں ناموزوں بلکہ اکثر حالات میں مخالفانہ و معاندانہ حالات اور ماحول میں بھی مسلم دنیا میں کافی رسوخ حاصل ہوگیا ہے اور ان تحریکات کی عوامی جڑیں روز بروز گہری اور مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ یہ سلسلہ اگر آئندہ بھی جاری رہتا ہے تو مسلم دنیا میں امریکا کے خلاف کسی بھی وقت خطرے کی گھنٹی بج سکتی ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں یعنی تیسری دہائی کے ابتدائی برسوں میں اگر ایک طرف عثمانی خلافت کا زوال اپنی انتہا کو پہنچ کر اس کے سقوط پر انجام پذیر ہوا تو اسی دوران یعنی بیسویں صدی کے آغاز ہی میں یا اس سے کچھ قبل اور بعد مسلم دنیا میں اسلامی احیاء کی ان بیشتر تحریکات کا آغاز ہوا' جنہوں نے

مسلم امت کی وحدت اور نظام اسلامی کا آوازہ بلند کیا۔ اسلامی احیاء کی یہ تحریکات اپنے ممالک اور علاقوں کے حالات اور ظروف کے مطابق مختلف اوقات میں وجود میں آئیں‘ البتہ ان سب میں قدر مشترک یہ تھی کہ یہ تحریکات اسلام کے ایک مکمل نظام حیات ہونے پر یقین رکھتی تھیں جو ہر زمانے میں قابل عمل اور قابل نفاذ ہوسکتا ہے۔ (تفصیل کیلئے اکبر ایس احمد کی کتاب اسلام ٹوڈے کا فنڈامینٹلزم سے متعلق باب ملاحظہ کیا جاسکتا ہے)

احیاء اسلام کی ان تحریکات میں ایک قدر مشترک یہ بھی تھی کہ ان پر اسلام کی سیاسی تعبیر کا غلبہ تھا خواہ اس کا سبب یہی کیوں نہ رہا ہو کہ یہ تحریکات ان حالات میں وجود میں آئیں اور پروان چڑھیں جب مسلم دنیا کے بیشتر علاقے سیاسی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس سے قطع نظر کہ مسلم دنیا میں وجود پذیر ہونے والی احیاء اسلام کی ان تحریکات کے وجود میں آنے کے اسباب و محرکات کیا تھے؟ انہوں نے اپنے جو مقاصد متعین کئے تھے ان تک پہنچنے میں انہیں کامیابی ملی یا نہیں اور اگر ملی تو کس حد تک اور اگر نہیں ملی تو کیوں نہیں؟ یہاں یہ حقیقت تسلیم کی جانی چاہئے کہ آئندہ ادوار میں خواہ انہیں سیاسی مقبولیت (یا قبول عام) نہ بھی حاصل ہو‘ ان تحریکات کی عوامی جڑیں کافی مضبوط ہوئیں‘ حالانکہ سیاسی اقتدار تک پہنچنے کے مواقع یا تو ان تحریکات کو ملے ہی نہیں یا اگر ملے تو بہت ہی کم یا محدود پیمانے پر۔ اسلام یا مذہب کے نام پر مکمل طور پر نظام کی تبدیلی کا بیسویں صدی عیسویں کی مسلم دنیا میں شاید سب سے پہلا اور اہم تجربہ ایران میں آٹھویں دہائی کے اواخر میں ہوا‘ یہاں اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایرانی انقلاب کتنا اسلامی تھا اور کتنا شیعی وغیرہ۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ایرانی انقلاب میں مذہب ایک اہم عامل کی حیثیت سے کارفرما رہا ممکن ہے‘ اس کا ایک سبب شیعہ مسلک میں امام کا تصور اور شیعی دینیات میں مذہبی رہنماؤں کا مخصوص مقام رہا ہو‘ جس کے تحت انہیں مذہبی اتھارٹی کے ساتھ ساتھ بڑی حد تک سیاسی اتھارٹی بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایران انقلاب پہلے پہل کلی طور پر نہ مذہبی تھا اور نہ اس انقلاب کی قیادت ہی مکمل طور پر مذہبی رہنماؤں کے ہاتھ میں تھی بلکہ انقلاب ایران کی تاریخ اور اس کے پس منظر کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آغاز انقلاب کے وقت اشتراکی نظریات کے حاملین بھی بہت ہی پیش پیش تھے اور انقلاب میں ان کا کردار بھی بہت اہم تھا‘ یہ الگ بات ہے کہ انقلاب کے دوران ہی اور انقلاب کے بعد بھی ایران کی داخلی صورت حال کچھ ایسی بنی کہ سیاسی قیادت پورے طور پر ایرانی علماء اور مذہبی رہنماؤں کے ہاتھ میں آگئی اور اشتراکی عناصر یا تو کنارے لگا دیے گئے یا پھر انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئے۔ ایرانی انقلاب کے حوالے سے علمی بحث ومباحثے کا ایک دلچسپ موضوع یہ بھی ہے کہ ایران کی انقلابی قیادت آیا شاہ ایران کی امریکا نوازی‘ امریکا کو ایران کے اندرونی معاملات میں حاصل رسوخ اور شاہ کو حاصل امریکی حمایت کے سبب شدت کے ساتھ امریکا مخالف ہوئی یا پھر اس مخالفت کے پیچھے انقلاب میں پیش پیش اشتراکی نظریات کے حاملین کا بھی کوئی خاص کردار تھا۔

ایک طرف زوال آمادہ کمیونزم کے زور میں کمی واقع ہورہی تھی اور اس کا ممکنہ خطرہ بھی اپنے انجام کو پہنچتا نظر آرہا تھا‘ جس سے بہر حال مغرب بالخصوص امریکا کو راحت وطمانیت حاصل ہورہی تھی تو دوسری جانب امریکا کو یہ اندیشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں کوئی دوسرا خطرہ نہ سامنے آجائے۔ اس صورتحال میں ایرانی انقلاب کی آمد اور پھر اس کی کامیابی نے امریکی اندیشے کو خاصی تقویت بھی دی۔ اس سلسلے میں ایران کی انقلابی قیادت کے امریکا مخالف رویئے نے بھی جلتی پر تیل کا کام کیا۔ دوسری جانب بیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں ہی مسلم دنیا میں اسلامی احیاء کے لئے کام کرنے والی بعض تحریکات میں قوت کے استعمال کے ذریعہ اقتدار پر قابض ہونے کے رجحان کو کافی فروغ حاصل ہوا‘ جس نے مغربی سیاستدانوں اور دانشوروں میں ممکنہ خطرے سے متعلق خدشے کو مزید تقویت بہم پہنچائی۔ شاید یہی وجہ ہے جو ہمیں نظر آتا ہے کہ انقلاب ایران کے فوراً بعد سے ہی مذہب اسلام اور اس سے وابستہ احیاء اسلامی کی کوششوں کو مغرب اور امریکا نے بہت ہی شدت کے ساتھ محسوس کرنا شروع کیا اور انہیں ایک نئے اور پوٹینشل خطرے کا بگل جانا۔ بیسویں صدی عیسوی کی آخری دو دہائیوں کے دوران سابق سوویت یونین کے انتشار اور کمیونزم کے نظریاتی زوال کے بعد تو ایسا لگتا ہے کہ مغرب اور اس کے دانشوروں کے سامنے اب بس ایک ہی چیلنج رہ گیا ہے اور بیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی کے پورے دورانیئے میں تو صرف اسی ایک خطرے کی گونج سنائی دیتی رہی کہ اسلام‘ سیاسی اسلام‘ نہ صرف امریکا اور مغرب کے لئے بلکہ پوری دنیا اور انسانیت کے لئے سب سے بڑا خطرہ یا بن سکتا ہے۔

☆☆..........☆☆

مرسلہ: مولانا محمد نذر عثمانی' حیدرآباد

عورت کی آزادی کیلئے عورت کی غلامی

محترم جعفر مسعود حسنی ندوی

یورپ وامریکا میں عورت کی آزادی کی تحریک چلانے والے بڑے زوروشور سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ عورت کا اپنی صلاحیتوں کو گھر کی چہار دیواری تک محدود رکھنا' گھریلو مسائل میں اپنے آپ کو الجھا دینا' اپنی توانائی کا بڑا حصہ خاندانی معاملات نمٹانے میں صرف کردینا' کھانے پکانے' بچوں کی نگہداشت کرنے' گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنے کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد سمجھ لینا اور پھر اس دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہمارا موجودہ معاشرہ ترقی کے وہ مراحل طے نہیں کرپاتا جو اب تک اس کو طے کرلینا چاہئے تھے۔ ترقی کی راہ میں مردوں کی جو خدمات ہیں' اگر اتنی ہی خدمات عورتوں کی بھی ہوتیں اور عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ معاشرے کی ترقی کے لئے کوشاں نظر آتیں اور گھر سے نکل کر دفتروں' ہسپتالوں' ریلوے اسٹیشنوں' ہوائی اڈوں اور دوسری ان تمام جگہوں پر جہاں زیادہ تر کام کرنے والے مرد ہی دکھائی دیتے ہیں ان کا ساتھ دیتیں تو ترقی کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تیز ہوتی جتنی کہ آج ہے۔

یہ ہے وہ بات جو مغربی حلقے بڑے زوروشور سے کہہ رہے ہیں' لیکن اس کا جواب بھی اسی حلقے کی بعض ان خواتین نے دیا ہے' جنہوں نے اس تحریک کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے گھر سے ناتا توڑا' بچوں کو آیا کے حوالے کیا' اپنی نسوانیت کا گلا گھونٹا' مامتا کو پاؤں تلے روندا' اور آزادی حاصل کرنے اور ترقی کی راہ طے کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرنے کا عہدہ کیا' لیکن آزادی کی ان دلدادہ خواتین کو آزادی کے شوق نے مزید غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور ترقی کی راہ پر گامزن ان بیگمات کو ان کی ترقی پسندی نے کچھ اور پیچھے دھکیل دیا' پہلے تو وہ صرف شوہر کی غلام تھیں لیکن اب انہوں نے اپنی گردنوں میں طوق ڈالا اپنی متنوع خواہشات کی غلامی کا' اپنے باس کی ماتحتی کا' گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے فیشن کو اپنانے کا' مردوں کو اپنے سے برتر سمجھنے' ان کے اشاروں پر ناچنے' ان کے کہنے پر اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے اور ان کی محفلوں کو رونق بخشنے اور ان کی خوشی کی خاطر اپنی عصمت وعفت تک قربان کردینے کا۔

ترقی کی یہ راہ جو ان کے دشمنوں نے ان کو دکھائی تھی اپنانے سے پہلے وہ شوہر کے مقام سے آشنا تھیں' گھر کی اہمیت سے آگاہ تھیں' مرد اور عورت کے درمیان جو فرق ہے اس کو سمجھتی تھیں بچوں کی تربیت کے طریقوں سے واقف تھیں' گھر کو آراستہ کرنا ان کا مشغلہ تھا' کھانے پکانے کا ان کو سلیقہ تھا' سینے پرونے میں ان کو مہارت تھی' اپنی عزت وآبرو کی حفاظت انہیں کرنا آتی تھی' نفع ونقصان کی انہیں تمیز تھی' خیر خواہ اور بدخواہ کی انہیں پہچان تھی' زندگی کے مختلف میدانوں میں سے نصف میں انہیں مردوں پر سبقت حاصل تھی اور ان میدانوں میں ان کی مہارت مردوں کو بھی تسلیم تھی۔

آزادی کے پرفریب نعرے سے دھوکا کھانے والی عورت کے احساسات کی ترجمانی اس خط سے بہتر نہیں ہوسکتی جو مشہور فلم اداکارہ ''مارلین مونرو'' نے اپنی اس سہیلی کو لکھا ہے جو اس کی ظاہری ترقی کو دیکھ کر ارادہ کررہی تھی فلمی دنیا میں آنے کا یہ خط ''مارلین مونرو'' کی خودکشی کے بعد اس کے سامان کی تلاشی کے دوران دستیاب ہوا تھا۔

''مارلین مونرو'' اپنی سہیلی کو مخاطب کرکے لکھتی ہے:

''میری ظاہری چمک دمک اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر تم دھوکا مت کھاؤ' اس دنیا میں مجھ سے زیادہ محروم اور بدنصیب عورت شاید ہی کوئی ہو؟ میری تمنا تھی ماں بننے کی لیکن میں محروم رہی' میری آرزو تھی کہ میرے گھر کے آنگن میں ایک شور ہو بچوں کی ہنگامہ آرائی کا لیکن گھر کی ویرانی مجھے ڈستی رہی' میں ایک شریفانہ زندگی گزارنا چاہتی تھی جس میں شوہر کی محبت ہو اور والدین کی شفقت ہو' بھائی بہنوں کی پرلطف گفتگو ہو' لیکن میری یہ آرزو پوری نہ

ہوگئی اب میں اس دنیا سے رخصت ہورہی ہوں کیونکہ یہ دنیا مجھے کاٹنے کھارہی ہے اور جاتے جاتے میں تم کو یہ نصیحت کرنا چاہتی ہوں کہ آزادی کی اس دنیا میں کبھی قدم نہ رکھنا اور ایک سادہ پرسکون مطمئن پاک اور گھریلو زندگی گزارنے کی کوشش کرنا عورت کی یہی سب سے بڑی کامیابی بلکہ یہی اس کی معراج ہے۔“

آزادی کے نعرے کی قلعی اس رپورٹ سے کھل جاتی ہے جو سویڈن کی ایک خاتون جج ”برجیدار اولف پامر“ نے مشرق وسطی کے اپنے دورے کے بعد پیش کی ہے یہ دورہ انہوں نے اقوام متحدہ کے خرچ پر مشرقی خواتین کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے کیا تھا رپورٹ میں وہ لکھتی ہیں:

”مغرب میں عورت کی آزادی ایک خیالی چیز ہے کیونکہ مغرب نے حقیقت کی دنیا میں کبھی عورت کو مرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے ہیں مغرب نے اگر کچھ کیا ہے تو صرف یہ کیا ہے کہ عورت کو اس کی نسوانی خصوصیات سے آزاد کر کے اس کو ایک ایسی مخلوق بنادیا ہے جو مرد کے قریب تو ضرور ہوگئی ہے۔“

عورت کی آزادی پر جو تبصرہ امریکی مزاح نگاہ ”ارٹ لوکوالڈ“ نے امریکا سے شائع ہونے والے ایک اخبار ”ہیرالڈ ٹریبون“ میں کیا ہے وہ ترقی پسند اور آزادی کی دلدادہ خواتین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے وہ کہتے ہیں:

”ہر آزاد عورت کے پیچھے ایک غلام عورت نظر آتی ہے جو اس کے بدلے اس کا کام کاج سنبھالتی ہے۔“

لوکوالڈ نے یہ بات اس انٹرویو کے بعد کہی جو انہوں نے ایک خاتون وکیل سے جو ایک عدالت سے منسلک تھیں لیا تھا اور جس میں اس خاتون نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اگر ان کے گھر میں خادمہ نہ ہوتی جو ان کی عدم موجودگی میں گھر سنبھالتی ہے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے کھانے وغیرہ کا نظم کرتی ہے گھر کو صاف کر کے اس کو رہنے کے قابل بناتی ہے تو وہ باہر کام نہیں کرسکتی تھیں۔ ان محترمہ وکیل صاحبہ نے بعد میں اس کا بھی اقرار کیا کہ وہ بڑی محنت سے کمائی ہوئی رقم میں سے جس کے لئے انہوں نے بچوں کو چھوڑا گھر کے آرام کو چھوڑا شوہر کی عنایات کو چھوڑا آدھی رقم اپنی اس خادمہ کو تنخواہ کے طور پر دیتی ہیں۔ لوکوالڈ نے وکیل صاحبہ کے اس اعتراف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ سے گفتگو کرنے سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ آزاد عورت آزادی کے اپنے تجربے میں کامیاب رہی ہے اور اس تجربے کی دعوت دوسری عورتوں کو بھی دی جاسکتی ہے لیکن آپ کی گفتگو نے میری یہ رائے بدل دی اور آزادی کی جو تصویر میرے ذہن میں بنی تھی اس پر کالک پوت دی اور اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر جوانتا (خاتون وکیل کی خادمہ) کی خدمات آپ کو حاصل نہ ہوتیں تو آپ بھی آزاد نہ ہوسکتی تھیں۔ گویا اگر یہ کہا جائے کہ ایک عورت کی آزادی کے لئے دوسری عورت کا غلام بننا ضروری ہے تو غلط نہ ہوگا۔

عورت کی آزادی پر یہ تبصرے کسی عالم دین کے نہیں بلکہ برطانیہ کی مشہور اداکارہ ”مارلین مونرو“ سویڈن کی معروف خاتون جج اور امریکا کے چوٹی کے مزاح نگار ارٹ لوکوالڈ کے ہیں جنہوں نے آزادی کی اسی دنیا میں آنکھ کھولی اسی دنیا میں پرورش پائی اسی دنیا کی دوسروں کو دعوت دی لیکن بالآخر اسی نتیجے پر پہنچے جس نتیجہ کا اعلان چودہ سو سال قبل ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ہوچکا تھا۔

کاش! ہماری بہنیں آزادی کا زخم کھائی ہوئی ان خواتین سے سبق حاصل کریں اور اس آزادی کے خلاف جو درحقیقت ان کو پھر سے غلام بنانے کی کوشش ہے آواز اٹھائیں اور اپنی دوسری بہنوں کو اس کے نقصانات سے واقف کرانے کی پوری کوشش کریں۔

☆☆............☆☆

اعجاز قرآن کی دلیل

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے ایک مضمون جس کا عنوان ”نماز عربی میں کیوں ضروری ہے؟“ نظر سے گزرا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نثر میں ہے لیکن اس میں دلکشی شعر کی موجود ہے وزن ترنم وغیرہ اس کی عبارت میں کہیں ایک حرف کی بھی کمی بیشی ہوجائے تو اس کی روانی میں ایسا ہی نقص نظر آنے لگے گا جیسے کسی مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے چنانچہ اتفاق سے ایک روز ایک فرنچ نو مسلم جو موسیقی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ سورۂ نصر ”اذا جاء نصر اللہ“ میں جہاں ”افواجا“ (اب سکون حرف آخر) ہے اس سے عبارت کا ترنم باقی نہیں رہتا؟ میں نے جواب میں کہا کہ نہیں صحیح قرأت تو ”افواجاً“ (تنوین کے ساتھ) کی ہے اس پر وہ نو مسلم اچھل پڑا اور بولا میرا ایمان تازہ ہوگیا اب میرا شبہ مٹ گیا سارا قرآن کلام موزوں ہے شعر ہی کی طرح۔

مرسلہ: مولانا محمد نذر عثمانی حیدرآباد

ہندوستانی حکومت، اسلام دشمن قوتوں کی ہمنوا

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

آج کل امریکا اور اس کی ہمنوا حکومتیں اور خبر رساں ایجنسیاں اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح بڑے شد و مد سے استعمال کر رہی ہیں، یہ اسلام دشمن طاقتیں اپنے اس بے بنیاد اور غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ عالمی برادری کو یہ باور کرانا چاہتی ہیں کہ عصر حاضر میں امن عالم کے لئے سب سے بڑا خطرہ اسلام اور اس کے پیرو مسلمان ہیں، کچھ عرصہ قبل حکومتِ ہند کی دعوت پر اسرائیل کے وزیر اعظم ایریل شیرون کی سربراہی میں اسرائیل کا اعلیٰ ترین جمبو جیٹ وفد دہلی وارد ہوا تھا، اس وفد کے اہم ترین رکن اسرائیل کے نائب وزیر اعظم یوسف پیڈ نے بغیر کسی اشارے و کنائے کے بالفاظ واضح یہ بات کہی کہ ہندوستان و اسرائیل دونوں کو اسلامی دہشت گردی کے خطرات کا سامنا ہے، اور حکومت ہند نے ان کے اس فتنہ انگیز بیان پر اپنا کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ہندوستان کی نام نہاد جمہوری حکومت امریکا و اسرائیل کی اسلام مخالف سرگرمیوں میں ان کی ہمنوا اور شریک کار ہے، جبکہ امریکا اور اسرائیل کے جارحانہ رویئے اور عالمی برادری پر اپنی بالادستی جتانے کے لئے اپنے سے کمزور ملکوں کے خلاف بغیر کسی معقول وجہ کے سفاکانہ اقدامات کے پیش نظر کوئی منصف مزاج اور حقیقت پسند انہیں دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا، رہا ہندوستان کی موجودہ حکومت اور اس کے اہل مناصب اور کارپرداز کا معاملہ تو ملک کی اقلیتوں اور کمزور طبقوں کے خلاف ان کے ظلم و جبر اور دہشت گردیوں کی داستان بڑی طویل ہے، جس کی تازہ ترین مثال صوبہ گجرات ہے، جہاں نہ جانے کتنے زندہ انسانوں کو نذر آتش کر دیا گیا، نہ جانے کتنے معصوم بچوں اور کمزور عورتوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا اور دہشت گردی کا ایسا کھلا مظاہرہ کیا گیا کہ دنیا چیخ پڑی، مگر ان اسلامی دہشت گردی کا رونا رونے والوں کی آنکھ تک نہ بھیگی، دہشت گردوں کا یہ ٹولہ اپنے جرائم سے دنیا کی نگاہیں پھیرنے کی غرض سے اسلامی دہشت گردی کا واویلا مچا رہا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، بلکہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو بیجا نہیں ہوگا کہ دنیائے مذاہب میں دہشت گردی کا سب سے بڑا مخالف اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔

کیونکہ ادیانِ و ملل کی طویل فہرست میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کی ہر چیز میں دہشت و وحشت کی بجائے رحمت نمایاں ہے، اس کا خدا ''رب العالمین'' تمام عالم کا پالنے والا ہے، ''رحمٰن و رحیم'' ہے، اس کے خدا کی تمام صفتوں میں رحمت و رافت غالب ہے، اس کی آسمانی کتاب قرآن حکیم میں تین سو سے زائد آیات میں صفت رحمت کا ذکر ہے، حتیٰ کہ اس کتاب مقدس کی ابتدا ہی خدائے رحیم و کریم کی اسم ذات اللہ کے بعد رحمٰن و رحیم سے ہوتی ہے، جس میں صاف لفظوں میں یہ اعلان کیا گیا ہے: تمہارے رب اور پالنہار نے اپنے اوپر رحمت ثبت کر لی ہے۔

جس کی صدائے عام ہے کہ خدائے روف و رحیم کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں اور اس کے احکام کے توڑنے والوں کو بھی اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے:

''اے محمد (ﷺ) اعلان کر دیجئے کہ میرے جن بندوں نے نافرمانی کر کے اپنے اوپر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے، بلاشبہ وہی بخشنے والا رحمت والا ہے۔''

ایک حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے: ''رحمتی سبقت علی غضبی'' (میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے) پہاڑ کے برابر گناہ بھی رحمت خداوندی کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

مذہب اسلام کا رسول اور ہادی و پیغمبر بھی ''رحمت للعالمین'' اور سراسر رحمت و شفقت ہے، اللہ

پاک کا ارشاد ہے: ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین “(ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے)۔ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”انا نبی الرحمة‘ انا رسول الرحمة “(میں نبی رحمت اور رسول رحمت ہوں) ایک اور حدیث میں فرمایا گیا: ”انا رحمة مهداة“ میں رحمت ہوں جو خلق خدا کو منجانب خدا بطور عطیہ مرحمت کی گئی ہے۔

مذہب اسلام دشمنوں کے ساتھ بھی بے انصافی کو پسند نہیں کرتا اور جادۂ انصاف پر قائم رہنے کی تاکید کرتا ہے:

”اے ایمان والو! آمادہ رہو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قسم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو‘ انصاف کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ کو خوب خبر ہے‘ جو تم کرتے ہو۔“

مذہب اسلام کی امن پسندی اور عفو و درگزر کا یہ عالم ہے کہ وہ ذاتی معاملات میں انسانی نفسیات کا لحاظ کرکے اگرچہ مظلوم کو اس کا حق دیتا ہے کہ وہ چاہے تو برابر کا بدلہ لے لے‘ لیکن اسی کے ساتھ عفو و درگزر کو بدلہ لینے سے بہتر قرار دیتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس پر اجر و ثواب کی بشارت دیتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

”اور برائی اور ظلم و زیادتی کا بدلہ ویسے ہی برائی ہے‘ لیکن جو شخص معاف کردے اور صلح و صفائی کرلے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

ایک دوسری آیت میں فرمایا گیا:

”اور اگر تم پر سختی کی گئی تو تم بھی ویسی ہی سختی کرلو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی‘ اگر تم صبر سے کام لو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔“

نبی رحمت ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

”تم دوسروں کو دیکھا دیکھی عمل نہ کرو کہ یوں کہنے لگو اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں اور اگر لوگ ہمارے ساتھ ظلم کا برتاؤ کریں تو ہم بھی ان پر ظلم کریں بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ بُرا سلوک کریں تب بھی تم ظلم نہ کرو۔“

خود نبی کریم ﷺ کا طرز حیات یہ تھا کہ:

”آپ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا‘ البتہ جب اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کیا جاتا تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا حکم ٹوٹنے کی وجہ سے سزا دیتے تھے۔“

چنانچہ سیر کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دن آپ ﷺ کے یہاں ایک اجنبی مہمان آیا‘ آپ نے اسے کھانا کھلایا اور سونے کا انتظام بھی فرمادیا‘ وہ شخص بدنیتی و دشمنی کے ساتھ آپ کے یہاں آیا تھا‘ چنانچہ صبح سویرے بستر پر غلاظت کرکے قبل اس کے کہ لوگ بیدار ہوں اٹھ کر چلا گیا صبح کو رسول اکرم ﷺ اس کی خبر گیری کو آئے اور بستر پر غلاظت دیکھی تو اپنے دست مبارک سے اسے دھویا پھر دیکھا کہ وہ شخص جاتے ہوئے اپنی تلوار وہیں بھول گیا ہے‘ کچھ دور جاکر اسے اپنی تلوار یاد آئی تو آہستہ آہستہ واپس آیا کہ ابھی لوگ سو رہے ہوں گے‘ میں تلوار لے کر واپس چلا جاؤں گا‘ مگر اس نے دیکھا کہ رسول پاک ﷺ اپنے مبارک ہاتھوں سے بستر کو صاف کررہے ہیں‘ آنحضرت ﷺ نے جب اسے دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس کی ناپسندیدہ حرکت پر اسے ڈانٹیں یا دھمکائیں نہایت نرمی سے فرمایا تم اپنی تلوار بھول گئے تھے‘ یہ رکھی ہے لے لو‘ آپ کے اس سلوک کریمانہ پر وہ بیساختہ پکار اٹھا: ”اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ“ یہ ہے‘ اسلام کی تعلیم اور ہادیٔ اسلام کا طرز عمل۔

اسلام ظلم و تشدد کو ایک لمحہ کے لئے بھی روا نہیں رکھتا‘ اس کے نزدیک ظلم و تشدد سے انسانی فطرت مسخ ہوجاتی ہے‘ معاشرہ تباہ ہوجاتا ہے اور دنیا ویران ہوجاتی ہے‘ اس لئے قرآن حکیم میں عدل و انصاف کی توصیف و تائید سے کہیں زیادہ ظلم کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کے نزدیک ظالم ہدایت الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے: ”ہم نے ظلم کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔“

رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں: ”ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہوجائے گا۔“

ایک حدیث میں ارشاد ہے: ”مظلوم کی بددعا سے بچو‘ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔“ چنانچہ حدیث پاک کے مفہوم کو کسی نے یوں نظم کیا ہے:

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درحق بہر استقبال می آید

اسلام کے نزدیک ساری مخلوق اللہ کی ایک کنبہ ہے اور سب کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہے: ”ساری مخلوق اللہ کی کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے پیاری وہ مخلوق ہے‘ جو اس کے کنبہ کے

ساتھ حسن سلوک کرے۔''

اسلام سارے انسانوں کو انسانیت کے رشتہ سے بھائی مانتا ہے اور ان کو بھائیوں کی طرح باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے:

''ایک دوسرے سے تعلقات نہ توڑو' ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو' ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔''

انسان تو انسان ہیں اسلام جانوروں کو بھی ایذا پہنچانے اور تکلیف دینے کی تاکید ممانعت کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت کو محض اس بنا پر عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر اس کا کھانا پینا بند کر دیا تھا' جس سے وہ مرگئی' جانوروں پر شفقت کی یہ انتہا ہے کہ غصہ اور جھنجھلاہٹ میں بھی انہیں کوسنے اور ان پر لعنت بھیجنے تک کی ممانعت ہے' اسلام کی ہدایت ہے کہ جو جانور جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے' اس سے وہی کام لینا چاہئے۔

غرضیکہ اسلام کی تعلیمات و احکامات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ ایک دین رحمت ہے' اسلام میں ظلم و جبر' دہشت گردی اور جارحیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے' اس لئے جو لوگ اسلام دشمنی میں اس کی جانب دہشت گردی کو منسوب کرتے ہیں' ان کا یہ رویہ بجائے خود ایک دہشت گردی ہے اس لئے انہیں اپنے اس ناروا رویئے پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

☆☆..............☆☆

علم حبِ مال و جاہ کا ذریعہ بن جانا

از: مولانا محمد نذر عثمانی' حیدرآباد سندھ

ایک کالج کے دانشور استاذ تحریر کرتے ہیں:

ہمارے ہاں تو یونیورسٹیوں تک میں علمی شغف و اشغال موجود نہیں' دنیا طلبی کا ایک چکر چل رہا ہے' جس نے متعلم اور دانشوروں سب کو ایسا مبتلا کر دیا ہے کہ علم برائے جاہ و مال ہوکر رہ گیا ہے۔ ہمارے حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ فرماتے تھے کہ علم جب تک صرف معاش کے لئے حاصل کیا جائے گا ہم میں کام کے آدمی پیدا نہیں ہوں گے' علم کا حصول محض رضائے حق و خدمت دین اور فضیلت کے لئے ہو تو کچھ بات ہے۔ بات صحیح اور سچی ہے علم برائے رضا حق و خدمت دین و ملت تو بہت اونچا نصب العین ہے' اس سے اتر کر علم برائے علم ہی ہوتا جب بھی غنیمت تھا اور اب تو علم ہم لوگوں کے تمام تر دوسری صنعتوں اور تاجروں کی طرح محض ایک آلۂ کسب رہ گیا ہے۔

(صدق جدید ۱۸/فروری ۱۹۶۶ء)

بقیہ تلاوت قرآن کریم

ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

لہٰذا ہمیں اپنی اس کجروی کو بدلنا چاہئے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآن کریم کے احکامات و پیغام کو عملی جامہ پہنا کر تلاوت کلام پاک سے اپنے شب و روز منور کرنا چاہئے۔

یہی وہ نسخہ کیمیا ہے کہ جسے عمل میں لانے کے بعد ہم انشاء اللہ اپنی عظمت رفتہ کو بھی حاصل کر سکیں گے دنیا میں بھی ہم کامیاب و کامراں ہوں گے اور آخرت میں بھی کامیابی سے سرفراز ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ' آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ آنکھوں کی ٹھنڈک

آپ کو بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی جہنم کی آگ سے۔ (التحریم:٦)

اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو' تاکہ تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے۔'' (حاکم)

اس حدیث کی رو سے یہ بات خوب واضح ہے کہ آج ہم اپنے والدین کے ساتھ جس قسم کا سلوک کریں گے' کل ہماری اولاد بھی ہمارے ساتھ بعینہ وہی سلوک کرے گی' لہٰذا انسان کو یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ تو خود انسان ہی کے حوالے کر دیا ہے اور اسی کے اختیار میں یہ چیز دے دی ہے' اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اپنے لئے کیا چیز پسند کرتا ہے' آج وہ خود جو کچھ اپنے والدین کے ساتھ کرے گا' کل وہی اس کے ساتھ بھی ہوجائے گا' قدرت کا قانون اٹل ہے جسے کوئی بدل نہیں سکتا' لہٰذا انسان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے اور تصور کی آنکھ سے اس منظر کو دیکھنا چاہئے کہ جب وہ خود بوڑھا' کمزور اور محتاج ہو چکا ہوگا' اور اس وقت اس کی دلی تمنا ہوگی کہ اس کی یہ اولاد جس کی خاطر اس نے زندگی بھر کولہو کے بیل کی طرح محنت کی' جس کا مستقبل سنوارنے کی خاطر اس نے اپنی کتنی ہی خواہشات اور آرزوؤں کا خون کیا' کاش! آج یہ اولاد اس کے لئے سہارا بن سکے اور اس کے بڑھاپے کے لئے لاٹھی کا کام دے سکے' اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کی یہ آرزو پوری ہو اور اس کی اولاد اس کے بڑھاپے اور محتاجی و کمزوری کے وقت اس سے اپنی آنکھیں نہ پھیر لے اور اسے بے یار و مددگار نہ چھوڑے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آج وہ خود بھی جس قدر ممکن ہو سکے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔

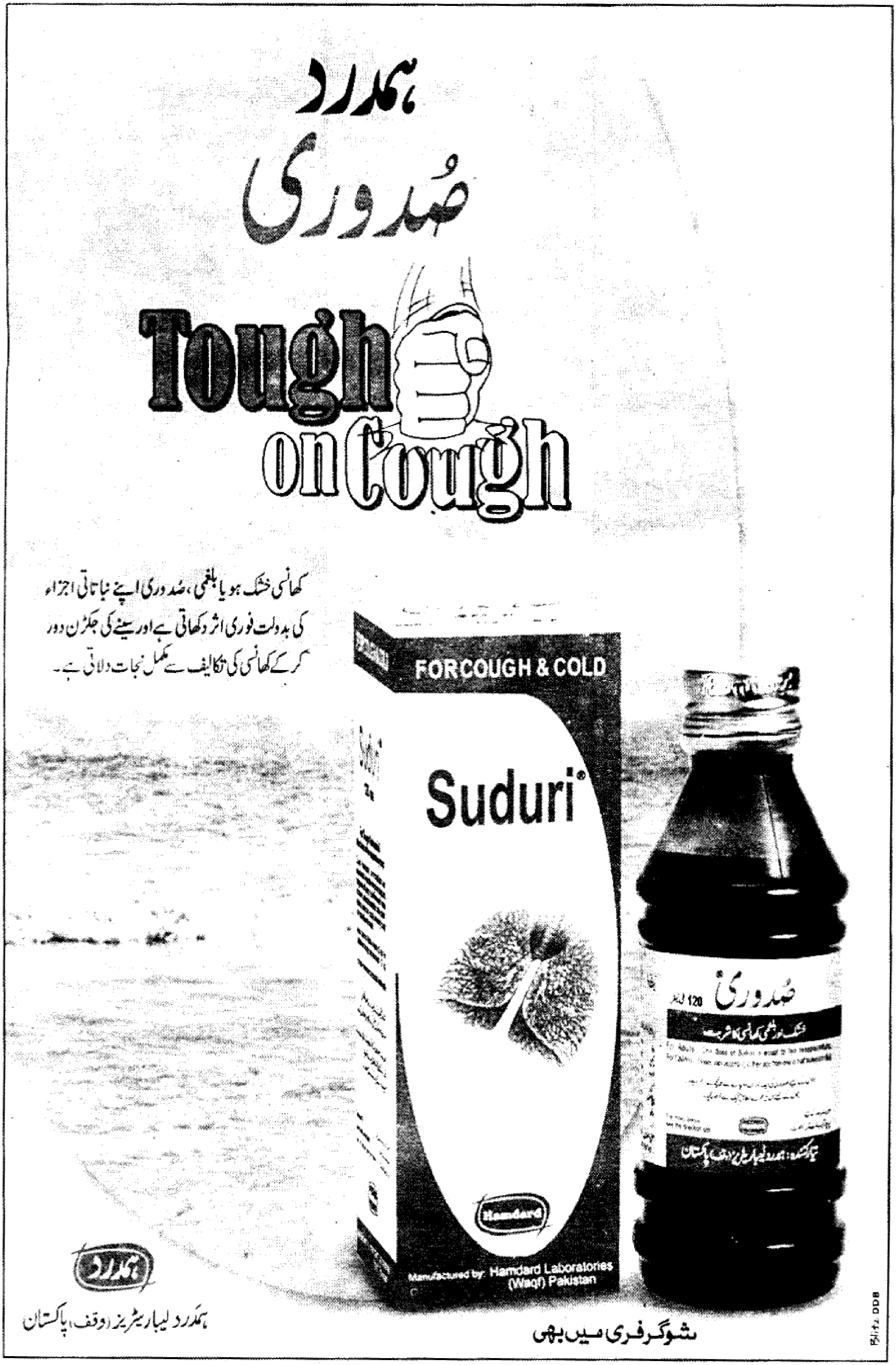
ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صُدوری اپنے نباتاتی اجزاء
کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور
کر کے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
FOR COUGH & COLD
Suduri®
Hamdard
Manufactured by: Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
صُدوری
120
ہمدرد
ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان
شوگر فری میں بھی

پہلی قسط

قادیانیت کا مکروہ چہرہ!

کینیڈا سے قادیانیوں کے پندرہ سوالات اور ان کا جواب

مولانا سعید احمد جلال پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکن اور سیالکوٹ کے مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا ایک مکتوب موصول ہوا، جس کے ساتھ بے نام کا ایک سوال نامہ بھی منسلک تھا، اس سوال نامہ میں پوری امت مسلمہ، دنیا بھر کے مسلمانوں، اسلام کے نام لیواؤں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو مخاطب کر کے اس کے جواب کا مطالبہ تھا۔

یہ بھی مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کے ہی خط سے معلوم ہوا کہ یہ سوال نامہ دراصل کینیڈا کے قادیانیوں نے کینیڈا میں رہائش پذیر ایک مسلمان نوجوان کو دیا اور کہا کہ اس کا جواب دو۔ چنانچہ وہ سوال نامہ پھرتا پھراتا مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کے پاس پہنچا، تو انہوں نے راقم الحروف سے اس کے جواب کی فرمائش کی۔

بلاشبہ اس کا تو مجھے پہلے بھی علم، بلکہ یقین تھا کہ قادیانیت، اسلام کی ضد و نقیض ہے اور جس طرح آگ و پانی، اور دن ورات کا اجتماع محال ہے، ٹھیک اسی طرح قادیانیت اور اسلام کا اکٹھا ہونا بھی محال ہے۔

ہاں! یہ ضرور ہے کہ قادیانی سیدھے سادے مسلمانوں کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے دھوکا دیتے ہیں، ورنہ انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ...... سے جتنا بغض، عداوت اور نفرت ہے، شاید دنیا کے کسی بدترین کافرو مشرک کو بھی ان سے اتنا بغض و عداوت نہ ہوگی۔

بلاشبہ اس خط کو پڑھنے کے بعد قادیانی امت کی اسلام دشمنی اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی دلی نفرت و عداوت علم الیقین سے نکل کر عین الیقین کے درجہ میں آ گئی۔

یقین جانئے! کہ اگر اس سوال نامہ کے ساتھ مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا تعارف نامہ اور قادیانیوں کے روایتی سوالات نہ ہوتے تو شاید دوسرے سیدھے سادے مسلمانوں کی طرح، میں بھی اس کو کسی متعصب عیسائی، یہودی، پرلے درجے کے کسی ملحد، اسلام دشمن کافر اور مشرک کی دریدہ دہنی قرار دیتا۔

بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال نامہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کا وہ طبقہ جو قادیانی دجل، فریب، الحاد زندقہ اور ان کے گھناؤنے کردار سے ناآشنا تھا، یا وہ ان کے منافقانہ ظاہری ''حسن اخلاق'' سے متاثر تھا، اس سے کم از کم اس پر قادیانیت کی اسلام دشمنی اور پیغمبر اسلام سے ان کا بغض اور دلی عداوت کھل کر سامنے آ جائے گی، اور قادیانیوں کے مکروہ چہرہ کی اس نقاب کشائی کے بعد کم از کم قادیانی، کسی مسلمان کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دھوکا نہیں دے سکیں گے۔

لیجئے! پہلے مولانا فقیر اللہ اختر صاحب کا خط اور مسیلمہ کذاب کے جانشین، مسیلمہ پنجاب کے نام لیواؤں کا غلاظت بھرا سوال نامہ پڑھئے:

''مخدومی و مکرمی جناب حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب

السلام علیکم!

امید ہے کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔ گزارش یہ ہے کہ ایک تحریر حاضر خدمت ہے، کینیڈا میں ہمارے ایک مسلمان بچے کو یہ تحریر مرزائیوں/قادیانیوں نے دی ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر اس کے ترتیب وار جامع، موزوں اور پُراثر جوابات تحریر فرما دیں اور اس کی ایک کاپی مجھے بھیج دیں تاکہ اسے کینیڈا بھیج کر اپنے مسلمان بھائیوں کو قادیانی فتنہ سے بچایا جا سکے اور ان کے ذہنوں کو اس گندگی سے بچایا جا سکے۔

امید ہے کہ آپ شفقت فرمائیں گے۔

مزید یہ کہ اگر کینیڈا میں ہماری جماعت کا کوئی اہم کارکن یا عہدیدار ہو تو اس کا نام، پتا اور فون نمبر ارسال کر دیں تاکہ ہمارے مسلمان بھائی ان سے راہ نمائی حاصل

کریں گے۔ والسلام .....

دعا گو: فقیر اللہ اختر

خادم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ''

قادیانیوں کا سوال نامہ:

''۱:...... لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت کی ضرورت صدیوں رہی اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں پیغمبر بھیجے' تو آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ تیس ہزار پیغمبر بھیجنے کے بعد حضرت محمد پر ہی نبوت ختم کردی گئی؟ کیا بعد میں آنے والی صدیوں میں لوگوں کو ہدایت و راہنمائی کی ضرورت نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری نبی ہونے کا دعویٰ کردیا ہو؟

۲:...... جب حضرت محمد اور ان کے پیروکار اپنا آبائی مذہب تبدیل کرکے مسلمان ہوسکتے ہیں تو ایک مسلمان کیوں اپنا مذہب تبدیل نہیں کرسکتا؟ دوسرا مذہب اختیار کرنے پر اسے مرتد قرار دے کر اس کے قتل کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ کیا اس حکم سے یہ تاثر نہیں ملتا کہ مذہبی تبدیلی کی اجازت دینے سے حضرت کو مسلمانوں کی تعداد میں کمی کا خدشہ تھا؟ کیا یہ حکم اس امر کا غماز نہیں ہے کہ حضرت نے مذہب کے فروغ کے لئے ''اسلام بذریعہ تبلیغ'' کے بجائے ''خاندانی یا موروثی اسلام'' کو ترجیح دی؟ کیونکہ بذریعہ آبادی اسلام پھیلانے کا یہ سب سے آسان اور موثر فارمولا تھا' جیسے جیسے آبادی بڑھے گی' مسلمان خود بخود بڑھتے چلے جائیں گے' جو تبدیلی چاہے' اسے قتل کردیا جائے' کیا یہ انصاف کے تقاضوں کے منافی نہیں؟

۳:...... حضرت محمد نے اپنے خاندان یعنی آلِ رسول کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے کیوں منع کیا ہے؟ کیا اس سے خاندانی بڑائی اور تکبر کی نشاندہی نہیں ہوتی؟ کیا رسول کا خاندان افضل اور باقی سب کمتر ہیں؟ بحیثیت انسان میں خاندانی افضیلت یا بڑائی تسلیم نہیں کرتا۔ خود حضرت محمد کا قول ہے کہ تم میں افضل وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں' تو پھر یہ قول ان کے اپنے خاندان پر کیوں لاگو نہیں ہوتا؟

۴:...... حضرت محمد نے جہاد کا حکم کیوں دیا؟ جہاد کو اسلام کا پانچواں ضروری رکن کیوں قرار دیا؟

۵:...... مالِ غنیمت کے طور پر دشمن کی عورتیں مسلمانوں کے لئے کیوں حلال قرار دیں؟ کیا عورتیں انسان نہیں' بھیڑ بکریاں ہیں' جنہیں مالِ غنیمت کے طور پر بانٹا جائے اور استعمال کیا جائے؟

۶:...... مذہب کے نام پر قتل و غارت گری کو جہاد قرار دے کر اسے اسلام کا پانچواں بنیادی رکن بنانے کی سزا ماضی کے لاکھوں' کروڑوں معصوم انسان بے شمار جنگوں کے نتیجے میں اپنی جان مال سے محروم ہوکر بھگت چکے ہیں اور عراق' افغانستان جنگ کی شکل میں آج بھی بھگت رہے ہیں' آخر اس ''جہاد'' کو بذریعہ اجتہاد ''جارحیت'' کے بجائے ''دفاع'' کے لئے کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟

۷:...... حضرت محمد نے مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدھی کیوں قرار دی؟

۸:...... والدین کی جائیداد سے عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ دینے کا کیوں حکم دیا؟ کیا عورت' مرد کے مقابلے میں کمتر ہے؟

۹:...... حضرت محمد نے خود نو شادیاں کیں اور باقی مسلمانوں کو چار پر قناعت کرنے کا حکم دیا؟ اس میں کیا مصلحت تھی؟

۱۰:...... شریعت محمدی میں مرد اگر تین بار طلاق کا لفظ ادا کرکے ازدواجی بندھن سے فوری آزادی حاصل کرسکتا ہے تو اسی طرح عورت کیوں نہیں کرسکتی؟

۱۱:...... حضرت محمد نے حلالہ کے قانون میں عورت کو کسی بے جان چیز یا بھیڑ بکری کی طرح استعمال کئے جانے کا طریقہ کار کیوں وضع کیا ہے؟ طلاق مرد دے اور دوبارہ رجوع کرنا چاہے تو عورت پہلے کسی دوسرے آدمی کے نکاح میں دی جائے' وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ جنسی عمل سے گزرے' پھر اس دوسرے شخص کی مرضی ہو وہ طلاق دے تو عورت دوبارہ پہلے آدمی سے نکاح کرسکتی ہے؟ یعنی اس پورے معاملے میں استعمال عورت کا ہی ہوا' مرد کا کچھ بھی نہیں بگڑا' اس میں کیا رمز پوشیدہ ہے؟

۱۲:......حضرت محمد نے قصاص و دیت کا قانون کیوں وضع کیا؟ مثال کے طور پر اگر میں قتل کر دیا جاتا ہوں' اور میرے اپنی بیوی یا بہن بھائیوں سے اختلافات ہیں تو لازماً ان کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے بدلے میں زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر میرے قاتل سے صلح کر لیں اور باقی عمر عیش کریں' میں تو اپنی جان سے گیا' میرے قاتل کو پیسوں کے عوض یا اس کے بغیر معاف کرنے کا حق کسی اور کو کیوں تفویض کیا گیا؟ کیا اس طرح سزا سے بچ جانے پر قاتل کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی؟ کیا پیسے کے بل بوتے پر وہ مزید قتل و قتال کے لئے اس معاشرے میں آزاد نہیں ہوگا؟ پچھلے دنوں سعودی عرب میں ایک شیخ 'ایک پاکستانی کو قتل کر کے سزا سے بچ گیا' کیونکہ مقتول کے اہل خانہ نے کافی دینار لے کر قاتل کو معاف کر دیا تھا۔ اس قانون کے نتیجے میں صرف وہ قاتل سزا پاتا ہے' جس کے پاس قصاص کے نام پر دینے کو کچھ نہ ہو۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیں' قیام سے لے کر اب تک' باحیثیت افراد میں سے صرف گنتی کے چند اشخاص کو قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا ملی' وہ بھی اس وجہ سے کہ مقتول کے ورثا قاتل کی نسبت کہیں زیادہ دولت مند تھے۔ لہٰذا انہوں نے خون بہا کی پیشکش ٹھکرا دی۔ اس قانون کا افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی باحیثیت شخص کسی کا قتل کر دیتا ہے تو قاتل کے اہل و عیال و رشتہ دار' مقتول کے ورثا پر طرح طرح سے دباؤ ڈالتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں' جس پر ورثا قاتل کو معاف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کیا حضرت محمد نے اس قانون کو وضع کر کے ایک امیر شخص کو براہ راست ''قتل کا لائسنس'' جاری نہیں کیا؟

۱۳:......اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان کے بارے میں پوچھنا توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے؟

۱۴:...... جو حضرات ''ہاں'' کہیں گے' ان سے صرف یہی عرض کر سکتا ہوں کہ حضرت محمد جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں' چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں' اتنے بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ خود مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ اگر ہاں! تو اے میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور میری طرح کے دیگر انسان مسلمانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد کو موقع دو' کہ وہ خود ہی ہمارے لئے کچھ نہ کچھ مناسب سزا تجویز فرما دینگے۔

۱۵:......یاد رکھو! ایک مسلمان کا خون دوسرے پر حرام ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ایک مسلمان کو صرف اس کی سوچ اور عقائد کی بنا پر کافر قرار دیدے۔ یہ تو تھا اسلامی فرمان' اب ایک انسانی فرمان بھی سن لیں کہ ''دنیا کے کسی بھی مذہب سے کہیں زیادہ انسانی جان قیمتی ہے۔'' وما علینا الا البلاغ۔''

اس غلاظت نامہ کی خواندگی کے بعد ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول کے دل کی کیا کیفیت ہوگی؟ ہر مسلمان اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے!!! تاہم مسلمانوں کو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے' کیونکہ سانپ کا کام ڈسنا اور بچھو کی سرشت ڈنک مارنا ہی ہے۔ اس لئے جو لوگ قادیانی کفر سے آشنا ہیں' ان کو یقیناً اس پر کچھ زیادہ تعجب نہیں ہوا ہوگا۔ ہاں! البتہ جو لوگ قادیانیت کے بارہ میں کسی غلط فہمی کا شکار تھے یا وہ قادیانیت کو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نتھی کرنے کی غلطی کے مرتکب تھے' بلاشبہ ان کو اس تحریر سے اپنی غلط فہمی کا شدید احساس ہوا ہوگا' بلکہ بدترین دھچکا لگا ہوگا!!!۔

اگرچہ قادیانی سوالات شروع میں یک جا آگئے ہیں' تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر جواب سے پہلے متعلقہ سوال نقل کر کے اس کا جواب درج کیا جائے تاکہ سوال و جواب دونوں قاری کے ذہن میں مستحضر رہیں۔ چنانچہ اس سوال نامہ کا پہلا سوال تھا:

۱:......''لوگوں کی راہنمائی اور ہدایت کی ضرورت صدیوں رہی اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں پیغمبر بھیجے تو آخر کیا وجہ ہے کہ ایک لاکھ تیس ہزار پیغمبر بھیجنے کے بعد حضرت محمد پر ہی نبوت ختم کر دی گئی؟ کیا بعد میں آنے والی صدیوں میں لوگوں کو ہدایت و راہنمائی کی ضرورت نہیں تھی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری

نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟‘‘

جواب :...... یہ قادیانیوں کا پرانا اور گھسا پٹا سوال ہے اور اس کا متعدد اکابر نے مختلف انداز میں جواب دیا ہے‘ مگر جس کو نہ ماننا ہو‘ اس کا اشکال کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ تاہم اس سلسلہ میں عرض ہے کہ:

بلاشبہ ہر دور میں امت کو ہدایت و راہ نمائی کی ضرورت رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے امت کی راہ نمائی کے لئے نبی بھی بھیجے‘ اور جب تک امت کو نبی کی راہ نمائی کی ضرورت رہی‘ اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے نبی بھیجتے رہے‘ لیکن جوں ہی نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا گیا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہ رہی‘ تو اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ اب مزید کسی دوسرے شخص کو نبی نہیں بنایا جائے گا‘ اور ارشاد فرمادیا کہ:

’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین و کان اللّٰہ بکل شیٔ علیماً۔‘‘ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ:...... ’’محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں‘ لیکن اللہ کے رسول ہیں‘ اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں‘ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔‘‘

اس ارشادِ الٰہی سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود نہیں فرمایا‘ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بہ نفسِ نفیس اس کا اعلان فرمایا ہے‘ اس لئے قادیانیوں کا یہ کہنا کہ: ’’کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت محمد نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی آخری نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟‘‘ سراسر ہرزہ سرائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر بہتان و افترا ہے۔

صرف یہی ایک آیت نہیں‘ بلکہ قریب قریب ایک سو سے زائد آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان فرمایا ہے‘ ملاحظہ ہو ’’ختم نبوت کامل‘‘ مولفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ۔

رہی یہ بات کہ اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت کیوں نہیں رہی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کیوں قرار دیا گیا؟ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں خود ارشاد فرمادیا کہ: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کی ضرورت و عدم ضرورت کی حکمت کو خوب جانتے ہیں‘ اس پر کسی کو لب کشائی کی اجازت نہیں‘ لہٰذا اب قادیانیوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست پوچھیں‘ اس کی قوت قاہرہ کی آہنی دیوار سے اپنا سر پھوڑیں اور احتجاج کریں کہ آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کیوں قرار دیا؟

الغرض قادیانیوں کا یہ اعتراض مسلمانوں یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر نہیں‘ بلکہ براہ راست قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

چلئے! اگر ایک لمحہ کے لئے قادیانیوں کا یہ سوال صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے‘ تو کیا کل کلاں کسی کو اس کا حق بھی ہوگا کہ وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پہلے اور نوح‘ شیث‘ ابراہیم‘ موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بعد میں کیوں مبعوث فرمایا؟ اسی طرح کیا نعوذ باللہ! کسی کو یہ کہنے کا حق بھی ہوگا؟ کہ:

’’کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رہتی دنیا تک اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لئے خود ہی اللہ کے خلیفہ اور انسانیت کے باپ ہونے کا دعویٰ کر دیا ہو؟‘‘

اگر کسی کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی...... اور یقیناً نہیں دی جاسکتی...... تو کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف لب کشائی کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟ قادیانیو! اگر ہمت ہے تو اس کا جواب دو‘ ورنہ اس ہرزہ سرائی کے بعد کھلا اعلان کرو کہ ہمارا قرآن‘ حدیث‘ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں ہے۔

۲:...... نئے نبی‘ نئی شریعت اور نئی کتاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے‘ جب پہلے نبی کی نبوت‘ دین‘ شریعت اور کتاب منسوخ ہوجائے‘ جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین‘ کتاب‘ نبوت اور شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱:...... ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔‘‘ (المائدہ:۳)

ترجمہ:...... ’’آج میں پورا کرچکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔‘‘

۲:...... ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔‘‘ (الحجر:۹)

ترجمہ:...... ’’ہم نے ہی اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان

ہیں۔“

۳:……”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔“ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:……”اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر۔“

۴:……”یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔“

(الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:……”اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔“

۵:……”وما ارسلناک الا کافة للناس بشیراً و نذیراً۔“

(سبا:۲۸)

ترجمہ:……”اور جو تجھ کو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔“

۶:……”ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔“

(آل عمران:۸۵)

ترجمہ:……”اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین‘ سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔“

ان تمام آیات میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت کو مدار نجات‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب کی قیامت تک حفاظت و صیانت‘ آپ کی ذات کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے رحمت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انسانوں کے لئے نبی‘ رسول‘ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجے جانے کا اعلان فرمایا گیا‘ تو معلوم ہوا کہ جس طرح امت کو صدیوں سے نبی و رسول کی ہدایت و راہ نمائی کی ضرورت تھی‘ آج بھی برقرار ہے اور اس کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت‘ رسالت‘ دین‘ شریعت اور کلام الٰہی یعنی قرآن پاک کی شکل میں فرما رکھا ہے۔

۳:……اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ پہلے انبیاء اور ان کی شریعتوں کی مثال چراغ کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و شریعت کی مثال سورج کی ہے اور جب سورج نکل آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ سارے چراغ بے نور ہو جاتے ہیں‘ بلکہ ان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی‘ لہٰذا اگر سورج نکلنے کے بعد کوئی ”عقل مند“ یہ کہے کہ اب چراغ کیوں نہیں جلائے جاتے؟ اور انسانیت کی راہ نمائی کے لئے چراغوں سے روشنی کیوں نہیں حاصل کی جاتی؟ اور سورج کی موجودگی میں چراغوں سے روشنی حاصل نہ کرنا انسانیت کو روشنی سے محروم رکھنے کی سازش کے مترادف ہے‘ بتلایا جائے کہ ایسے ”عقل مند“ کو کیا نام دیا جائے گا؟ اور اس شخص کے اس ”حکیمانہ مشورہ“ کو مانا جائے گا؟ یا اسے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کیا جائے گا؟

۴:……ایک لمحہ کے لئے اگر قادیانی بزرجمہروں کی اس بر خود غلط ”دل سوزی“ کو مان بھی لیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ اگر واقعی اس کی ضرورت تھی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی تیرہ صدیاں اس سے خالی کیوں گزریں؟ اور اس طویل ترین دور میں امت کو نئے نبی کی ضرورت کیوں محسوس نہیں ہوئی؟ اسی طرح پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد قادیانی امت کو اس ”خیر“ سے کیوں محروم رکھا گیا؟ اور قادیانیوں کو غلام احمد قادیانی کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت کیوں محسوس نہ ہوئی؟

۵:……اگر انسانیت کی راہ نمائی کے لئے نبوت کی ضرورت تھی‘ تو نئی نبوت کے ساتھ ساتھ نئی شریعت کی ضرورت کیوں محسوس نہ کی گئی؟ اس لئے اگر نبوت و شریعت کی ضرورت تھی‘ تو پھر چشم بددور مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی اور بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیوں کیا؟ کھل کر صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کیا؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نے ارشاد فرمایا: ”قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے‘ مرتد مرد یا عورت سے نکاح نہیں ہوتا‘ اس لئے قادیانی لڑکی سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الحرام ہوگی۔ مرزا قادیانی کے بلند بانگ مگر بے لغو دعوے ”مراق“ کا کرشمہ ہے۔ وہ وکلاء‘ جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قادیانیوں کی وکالت کی‘ قیامت کے دن مرزا غلام احمد قادیانی کے کیمپ میں ہوں گے۔

کسی مرزائی کو داماد بنانا ایسا ہے جیسے کسی ہندو‘ سکھ‘ چوہڑے کو داماد بنا لیا جائے۔ جس شخص نے کہا کہ قادیانی مسلمانوں سے اچھے ہیں وہ خود قادیانیوں سے بدتر کافر ہو گیا‘ مرزائیوں کی حیثیت ذمیوں کی نہیں بلکہ محارب کافروں کی ہے اور محاربین سے کسی قسم کا تعلق رکھنا شرعاً جائز نہیں۔

الحمد للہ ہم نے جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا دیا ہے‘ برطانیہ قادیانیوں کی ماں ہے‘ جس نے ان کو جنم دیا‘ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے کمالات کا خلاصہ اور عطر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امام انبیاء کا کیا مطلب ہے سمجھے نہیں ہو؟ اس رمز اور اشارہ کو؟ امام جب تک امام ہے مقتدی اس کے اشارے پر چلے گا۔

(از: تحفہ قادیانیت جلد دوم)

اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک کیسے بنے؟

مولانا خلیق احمد مفتی

اس اہم ترین اور نازک سوال کا جواب اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے درج ذیل اسباب کو اختیار کیا جائے۔

اولاد کے لئے دعا خیر:

انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صلاح وفلاح اور دنیا وآخرت میں بہتری اور ترقی و کامیابی کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خوب گڑ گڑا کر اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا وفریاد کرتا رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مناسب ترین دعا تو یہی ہے جو سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۷۴ میں موجود ہے' وہاں سے یاد کی جاسکتی ہے' اس کے علاوہ سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ میں مذکور اس دعا کا بھی اہتمام و التزام کرنا چاہئے:

''اے میرے رب! تو مجھے اس بات کی توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے' اور یہ کہ میں اپنے نیک عمل کروں' جن سے تو خوش ہوجائے اور میری اولاد کو بھی صالح بنا' میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (احقاف)

اولاد کی اخلاقی وروحانی تربیت:

والدین جس طرح اپنی اولاد کی دنیاوی ترقی و آرام اور ان کی کامیابی اور باعزت زندگی کے لئے خوب محنت وکوشش کرتے ہیں اور تمام ممکن اسباب و وسائل اختیار کرتے ہیں' اولاد کی اخلاقی و روحانی تربیت وترقی کے لئے بھی انہیں اس طرح فکر مند ہونا چاہئے اور ہر ممکن سعی وکوشش کرنی چاہئے' کیونکہ انسان صرف گوشت پوست کے اس جثہ کا نام نہیں ہے' بلکہ اصل چیز اس کی انسانیت وروحانیت اور اس کا اخلاق وکردار ہے' لہٰذا اس کے اخلاق وکردار کی تعمیر کی طرف توجہ دینا اور اس مقصد کی خاطر زیادہ محنت وجستجو کرنا یقیناً زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور تم میں سے ہر کوئی رعیت کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔'' (بخاری)

لہٰذا اگر کسی کے دل میں یہ خواہش اور تمنا ہو کہ اس کی اولاد اس کے لئے مصیبت وعذاب بننے کی بجائے نعمت ورحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے دنیاوی ترقی وکامیابی کے لئے محنت وکوشش اور ضروری انتظام کرے ساتھ ساتھ اولاد کی اصلاح کی بھی فکر کرے اور ایسی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے جس کی بدولت اولاد کے دل میں فکر آخرت' اللہ کا خوف' دنیا کی فنائیت' موت کے بعد آنے والے مرحلے کی تیاری کی جستجو' روز قیامت اللہ کی عدالت میں حاضری' اپنے ہر قول وفعل کی جواب دہی' اللہ کے سامنے حساب وکتاب اور جزا وسزا کی فکر اور تیاری کا جذبہ بیدار ہو۔

نیز یہ کہ آج اگر ہم اپنے بچوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم سے آراستہ کریں گے تب ہی تو انہیں اس بات کا علم ہوگا کہ قرآن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ:

''جب تمہاری نظروں کے سامنے ان دونوں (یعنی تمہارے والدین) میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں ہی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تو اب (اے انسان) تم ان کے سامنے ''اُف'' بھی نہ کہو۔'' (سورۂ بنی اسرائیل:۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کسی انسان کے مرنے کے بعد بعض اوقات اس کے درجات بلند کئے جاتے ہیں' جس پر وہ حیران ہوکر اللہ سے پوچھتا ہے کہ اے میرے رب! یہ کیا معاملہ ہے؟ اسے اللہ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ اس وقت تمہاری اولاد تمہارے لئے دعا واستغفار میں مشغول ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے' سوائے تین چیزوں کے:

صدقہ جاریہ یعنی اس نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس سے خلق خدا اس کی موت کے بعد بھی مستفید ہورہی ہو یا ایسا علم جس سے (اس کی موت کے بعد بھی) فائدہ اٹھایا جارہا ہو یا ایسی اولاد جو اس کے لئے (اس کی موت کے بعد بھی) دعائے خیر کرتی رہے۔" (مسلم)

لہٰذا اپنی اولاد کی اخلاقی و دینی تعلیم و تربیت کے بعد ہی یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ جب تک ہم اس دنیا میں زندہ رہیں گے اس وقت تک ہماری اولاد ہمارے سامنے کبھی "اف" تک نہیں کہے گی اور جب اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے ہم اس دنیا سے رخصت ہوجائیں گے تب انشاء اللہ ہماری اولاد ہمارے لئے دعائے خیر اور استغفار کرتی رہے گی اور یوں انشاء اللہ ہماری اولاد ہمارے لئے زندگی میں بھی اور ہمارے انتقال کے بعد بھی رحمت، نعمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگی۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اولاد کی اخلاقی و روحانی تربیت و اصلاح کی طرف توجہ اور کوشش اور اہتمام و انتظام بچپن سے ہی ہونا چاہئے کیونکہ جس طرح درخت جب چھوٹا ہوتا ہے تو اس کی شاخوں کو اپنی مرضی کے مطابق موڑا جاسکتا ہے لیکن وہی درخت جب بڑا اور مضبوط ہوجائے تو اب یہ ممکن نہیں ہوگا اب اس کی شاخیں ٹوٹ تو سکتی ہیں لیکن انہیں اپنی مرضی کے مطابق موڑا نہیں جاسکتا اور نہ اب اس درخت کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق کوئی شکل دی جاسکتی ہے بالکل اسی طرح بچے کو ہم زندگی بھر کے لئے جس شکل اور جس انداز میں نیز جن عادات و اطوار کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں ہمیں اس کے بچپن میں ہی اسے وہی شکل دے دینی چاہئے اور انہی طور طریقوں کا عادی بنا دینا چاہئے ورنہ بڑے ہونے کے بعد یہ کام ممکن نہیں ہوگا اور ہماری یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی اور ہمارا خواب کسی صورت شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا اور بس پھر ہمیشہ کے لئے حسرت ہی رہ جائے گی اور تب ہماری اپنی ہی یہ اولاد ہمیں بیگانی محسوس ہوگی اور ہم صاحب اولاد ہوتے ہوئے بھی خدانخواستہ خود کو بے اولاد سمجھنے پر مجبور ہوں گے۔ اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر سے ہی نماز کا حکم دو۔ (احمد)

یعنی اولاد کو بچپن میں ہی نماز کا عادی بنادیا جائے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے ہم انہیں ہمیشہ کے لئے جس روپ میں دیکھنے کی خواہش رکھتے ہوں انہیں ان کے بچپن اور کم عمری میں ہی اس روپ میں ڈھال دیں کیونکہ بعد میں یہ ممکن نہیں ہوگا۔

اولاد کے انجام کی فکر:

انسان ہمیشہ اپنی اولاد کی دنیاوی ترقی و کامیابی اور اس کے بہتر مستقبل کے لئے فکر مند اور کوشاں رہتا ہے یقیناً یہ ایک طبعی امر ہے اور اگر یہ کوشش اور جدوجہد شرعی اصول وضوابط کے مطابق ہو تو اس میں شرعاً بھی کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ تو خود شریعت اسلامیہ کی طرف سے ہی والدین کے ذمہ ان کی اولاد کے لئے مقرر کردہ حقوق میں شامل ہے۔ البتہ یہاں یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے کہ دنیا کی زندگی عارضی و فانی ہے جبکہ آخرت کی زندگی ابدی ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ آخرت کی کامیابی و راحت کی فکر زیادہ ہونی چاہئے اور اس مقصد کے لئے کوشش اور جدوجہد بھی زیادہ ہونی چاہئے بہت سے لوگوں کو اکثر و بیشتر یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ ہمیں اس بات کی انتہائی فکر ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد بچوں کا کیا بنے گا لیکن یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ خود بچوں کے مرنے کے بعد ان (بچوں) کا کیا بنے گا؟ کیونکہ ہمارے بچے بھی تو آخر انسان ہی ہیں اور ہر انسان کی طرح یقیناً اس کی آخری منزل بھی وہی ہے یعنی موت اور پھر اس کے بعد قبر کی تنہائی اور پھر یہ کہ جلد یا بدیر آخر کبھی نہ کبھی تو بچوں کے لئے بھی تو اس دنیائے فانی سے کوچ اور رخصتی کا وقت آہی جائے گا اور اس وقت خواہ ان بچوں کی عمر کچھ بھی ہو خواہ اس وقت یہ بوڑھے ہی کیوں نہ ہوچکے ہوں لیکن بہرحال ہوں گے تو یہ آخر ہمارے ہی بچے اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" (ترمذی)

یعنی کسی کے لئے قبر جنت کا ایک حصہ ہوگی اور کسی کے لئے قبر ہی دوزخ ہوگی ہمارے یہ معصوم بچے اور پھول جیسے بچے اور یہ ہمارے جگر گوشے جن کے آرام و راحت کی خاطر آج ہم کس قدر فکر مند رہتے ہیں اور خصوصاً یہ معصوم بچے دن بھر کھیل کود اور اپنی معصومانہ شرارتوں کے بعد رات کو جب اپنے چھوٹے سے تکئے پر سر رکھے ہوئے سو رہے ہوتے ہیں اس وقت کتنے پیارے لگتے ہیں اور ہمیں ان پر کس قدر پیار آرہا ہوتا ہے اس وقت ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ہمیں اچھا لگے یا برا لگے مگر یہ کہ یقیناً کبھی وہ وقت بھی آہی جائے گا جب ہمارے یہی لخت جگر اور یہ ہماری آنکھوں کے نور اور دل کے سرور اسی طرح اپنی قبر میں سو رہے ہوں گے نہ جانے وہ کون سی جگہ ہوگی اور کون سا شہر اور ملک ہوگا؟ اور اللہ ہی جانے وہ قبر ان کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی...... یا ...... خدانخواستہ بس آگے تو کچھ لکھتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے اور اسی جذبے کے تحت ہمیں اپنی اولاد کی اصلاح اور مناسب اخلاقی تربیت کے لئے فکر اور کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! تم بچالو خود اپنے

(جاری ہے)

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون، 4583486-4514122 فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک، نوری ٹاؤن برانچ

نوٹ، مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ، رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد	سید نفیس الحسینی	(مولانا) عزیز الرحمن
امیر مرکزیہ	نائب امیر مرکزیہ	ناظم اعلیٰ